قرآنی نظامِ ربوبیت کا پیامبر

طلوعِ اسلام

ماہنامہ ——— لاہور

خط و کتابت
ناظم ادارۂ طلوعِ اسلام (رجسٹرڈ)
۲۵/بی۔ گلبرگ ۲، لاہور ۱۱
پوسٹ کوڈ ——— ۵۴۶۶۰
ٹیلیفون : ۸۷۶۲۱۹

انتظامیہ

چیئرمین بریگیڈیئر (ریٹائرڈ) اعزاز الدین احمد خاں
ناظم۔ محمد لطیف چوہدری

معاون مدیر

حسین امیر فرہاد

ناشر : عطاء الرحمٰن ارائیں
طابع : سیّد عبد السلیم
مطبع : آفتاب عالم پریس

مقامِ اشاعت

۲۵/بی۔ گلبرگ ۲۔ لاہور۔

جلد ۴۷ ——— مئی ۱۹۹۴ء ——— شمارہ ۵

بدلِ اشتراک
سالانہ
پاکستان ——— ۱۲۰ روپے
بیرونی ممالک ——— ۱۸ امریکی ڈالر
فی پرچہ : -/۱۰ روپے

فہرستِ مضامین

دیارِ غیر سے تجاویز (مراسلات)	اوسلو ناروے	۲
لمعات	ادارہ	۳
ختمِ نبوت	اسلم جیراجپوری	۸
فہرس پمفلٹس	ادارہ	۱۶
کشمیر، اقبالؒ کی نظر میں	ادارہ	۱۹
نور، ہدایت، انذار	حسین امیر فرہاد	۲۴
اکیسویں صدی کے تقاضے اور قرآن	حنیف وجدانی	۳۲
حقائق و عبر	ادارہ	۳۸
لکچرِ اسلام	سرسید احمد خاں	۴۴
اشتہارات		۶۳
بچوں کا صفحہ	علامہ پرویزؒ	۶۵
درس	ادارہ	۶۷
انگریزی مضمون	رازی	۷۰

مراسلات

بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ

دیارِ غیر سے تجاویز

○

قارئین کرام! اوسلو ناروے سے ادارے کو یہ خط موصول ہوا ہے جو آپ کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ فرماتے ہیں کہ

"پوری دنیا میں نورِ خداوندی کو پھیلانے کا ایک ہی ذریعہ ہے، وہ ہے ماہنامہ طلوعِ اسلام جو گذشتہ ۴۵ سال سے پاکستان سے شائع ہو رہا ہے۔۔۔۔ خدارا ذرا ٹھنڈے دل سے غور کیجئے کہ کیا یہ ذریعہ مؤثر رہ گیا ہے یا وقت کے تقاضوں کے ساتھ ساتھ اس میں تبدیلیوں کی ضرورت ہے؟ ہمارا خیال ہے کہ فکرِ قرآن کو تبدیل کئے بغیر پرچہ مکمل طور پر تجارتی بنیادوں پر چلانا چاہیئے۔ بلاشبہ پہلے مرحلے میں اس پر خرچہ آئے گا مگر آئندہ پرچہ اپنی طاقت سے چلتا رہے گا۔ اس کے مقابلے میں ارسال کردہ پرچے کو دیکھ لیجئے۔ اس نے قلیل عرصے میں مقبولیت حاصل کر لی ہے۔ یہاں ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوتا ہے کیونکہ دینی ہوتے ہوئے اس میں تصویریں بھی ہیں اور داخلی خارجی سیاست پر تحریریں بھی۔ طلوعِ اسلام یکسانیت کا شکار ہے۔ آخر اس میں کتابوں سے مختلف کونسی بات ہوتی ہے۔ خدارا اسے باتصویر بنایئے اور سیاست میں بھرپور حصہ لیں۔ بلاشبہ ہر ماہ ایک مضمون باباجیؒ کا دیا کریں۔

جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

والسّلام

منظور ۔۔۔ اوسلو ناروے

بزمہائے طلوعِ اسلام و جملہ اراکین و قارئین حضرات سے التماس ہے کہ اس بارے میں اپنی رائے دیں تاکہ ہم اگلا قدم اٹھائیں۔

(ادارہ طلوعِ اسلام)

لمعات

(ادارہ)

اِرجعی الیٰ ربّک

بی بی سی نے اسلام آباد کے روزنامہ آبزرور کے حوالے سے بتایا کہ

"پاکستان کی وزیر اعظم محترمہ بے نظیر بھٹو آجکل کچھ توہم پرست سی ہو گئی ہیں۔ انہوں نے کیا پنجاب، کیا سندھ، چھوٹی سے چھوٹی درگاہ کو بھی نہیں چھوڑا۔ ہر جگہ حاضری دی تاکہ ان کی حکومت کو استحکام نصیب ہو۔ حتیٰ کہ ایک نابینا فقیر نے پڑھنے کیلئے وظیفہ دیا تھا وہ بھی پڑھ رہی ہیں۔ پھر بھی انہیں اندیشوں نے گھیر رکھا ہے"۔

صرف محترمہ بے نظیر پر کیا منحصر ہے۔ اس تارِ عنکبوت میں تو ہر ایک گرفتار ہے۔ بقول شاعر

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے
ان کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

کرسی شے ہی ایسی ہے۔ پہلے اسے حاصل کرنے کے لئے سو جتن کرنے پڑتے ہیں اور پھر قائم رکھنے کے لئے کیا کچھ نہیں کرنا پڑتا۔ پھر بھی ہر گھڑی خطرہ دامن گیر رہتا ہے کہ اب گئی، اب گئی۔ یہ رتبہ بلند جسے ملا وہ یہی سمجھا کہ ان مقابر کی نظرِ کرم سے ملا اور جس سے چھنا وہ بھی یہی سمجھا کہ دیوتا ناراض ہو گئے ہوں گے۔ نیندیں حرام ہو جاتی ہیں تب تنکوں کے سہارے تلاش کرنے پڑتے ہیں۔

ایوب خاں مرحوم سپاہی آدمی تھے، دلیر تھے مگر کرسی سے وابستگی تو آدمی کو توہم پرست اور بزدل بنا دیتی ہے۔ پھر وہ سہاروں کی تلاش میں لگ جاتا ہے۔ کوئی زندوں کے سہارے تلاش کرتا ہے کوئی مردوں کے ۔ عوام جب ان کے کرّ و فر کو دیکھتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ یہ صاحب کس کے مرید ہیں تو وہ بھی انہی خطوط پر چلتے ہیں۔ کیونکہ یہ مقولہ ہے کہ النّاس یمشون علیٰ خطوات الکبار۔ لوگ بڑوں کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں۔ ایوب صاحب پیر آف دیول شریف کے مرید ہو گئے۔ اس زمانے میں پیر آف دیول نے بڑی شہرت پائی تھی مگر

ع کس کی بنی ہے اس عالمِ ناپائیدار میں

وہ گئے تو ان کے بعد ذوالفقار علی بھٹو آئے۔ ان کا تو خمیر ہی سندھ کی سرزمین سے اٹھا تھا جو پیری مریدی کا گڑھ ہے بلکہ گلے گلے تک پیری مریدی میں ڈوبا ہوا۔ ایک سے ایک بڑی قبر وہاں ہے۔ سہون والے لال شہباز قلندر، ٹھٹھے والے عبداللہ شاہ اصحابی، لاڈیون والے جیئے شاہ، جبل میں شاہ نورانی، عبداللطیف شاہ بھٹائی، کلفٹن والے عبداللہ شاہ غازی۔ اور کتنے ہیں جن کا حساب نہیں۔ لہٰذا بھٹو صاحب بھی ان مزارات پر چادریں چڑھاتے رہے اور اس غلط فہمی میں مبتلا رہے کہ ان کا اقتدار ان پیروں فقیروں کی وجہ سے قائم ہے اور رہے گا۔ وہ تو خیر جنٹلمین تھے۔ کوثر نیازی جیسا روشن خیال شخص جو مولوی اور علماء کے درمیان بیچ کی کڑی تھے اور قبر پرستی کو شرک جانتے تھے سر پر رومال ڈالے درگاہوں پر چادری چڑھانے لگے۔ جن دنوں آپ وزیر برائے حج و اوقاف تھے آپ ہی نے داتا دربار میں سونے کا دروازہ لگوایا تھا۔ تقدیر جب چھوٹی کے سربراہوں کی کانفرنس میں آئے ہوئے ملک فیصل کو گھیر گھار کر داتا کے مزار پر لے آئے۔ انہوں نے جب یہ شان و شوکت دیکھی کہا۔ لَوْ نَبِیٌّ عِنْدِنَا فَمَنْ هٰذَا۔ جب نبی ہمارے ہاں ہیں، تو یہ کون ہیں۔ وہ مزار پر حاضری دیئے بغیر لوٹ گئے۔

حیرت کی بات ہے کہ مہاجروں کی آمد سے پہلے سندھ کے اولیاء گمنامی کے اندھیروں میں پڑے تھے۔ یہ مہاجر تھے جنہوں نے انہیں گمنامی سے نکال کر عرسوں، فاتحوں اور چڑھاؤں سے دوبارہ زندہ کیا ــــــــ خیر، یوں معلوم ہوتا تھا جیسے تمام دیوتاؤں نے فیصلہ کر لیا کہ بھٹو کی زندگی کا چراغ بجھا دیا جائے۔

۴ اپریل ۷۹ء کو ان کی زندگی کا چراغ بجھا دیا گیا۔ تمام اولیاء کچھ نہ کر سکے۔ تمام سے مراد سندھ اور پنجاب کے اولیاء، کیونکہ سرحد اور بلوچستان کے اولیاء تو محروم تھے محروم رہے۔ پھر آیا جنرل ضیاء کا دور۔ وہ بھی سندھی ٹوپی پہنے اجرک کاندھوں پر ڈالے یہی فریضہ انجام دیتے رہے۔ بلکہ وہ تو گاہے گاہے سعودیہ بھی جاتے تھے۔ بلکہ ان کے ہم مشرب نے کہا یہ وہاں جا کر بیٹری چارج کرواتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ ضیاء صاحب بھی اسی مغالطے میں رہے کہ گاڑی ٹھیک چل رہی ہے۔ مگر کوئی تپسیا کام نہ آئی۔ دیوتا روٹھ گئے۔ بہاولپور میں ان کا بھی کام تمام ہو گیا۔ کوئی درگاہ، کوئی مزار کام نہ آیا۔

پھر محمد خاں جونیجو، غلام مصطفٰے جتوئی اور محترمہ بے نظیر یہی خدمات انجام دیتے رہے۔ جونیجو صاحب کے ساتھ تو ایسا سلوک کیا کہ ONE MONTH NOTICE PAY بھی نہیں دی۔ پھر آیا میاں نواز شریف کا دور۔ آپ نے بھی ان کاموں میں اوروں سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ پنجاب اور سندھ کی ایک ایک درگاہ پر حاضری دی۔ چونکہ ان کا تعلق لاہور سے تھا لہٰذا زیادہ توجہ داتا کو دی۔ ان کے مزار کا منصوبہ کروڑوں سے تجاوز کر گیا۔ میاں صاحب خود آستینیں چڑھا کر ہر سال داتا مزار کو عرق گلاب سے غسل دیتے رہے۔ انہی دنوں

ہمارے قائد عساکر مرزا اسلم بیگ کی بیگم کا بیان اخبار جنگ میں شائع ہوا تھا۔ انہوں نے کہا کہ لوگوں کو عرق گلاب آنکھوں میں ڈالنے کے لئے نہیں ملتا اور آپ لوگ قبروں پر بہا رہے ہیں۔ جن میں اپنی خوشبو نہیں انہیں مصنوعی طور پر خوشبودار بنانے سے کیا حاصل۔ پشتو کے شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔ مفہوم ملاحظہ ہو۔

"مزار پر یونہی چراغ جلانے سے کیا حاصل
جب لحد کی اندر کی تاریکیاں دور نہ ہوں

میاں صاحب برابر چادریں چڑھاتے رہے اور سوچتے رہے کہ دیوتا فیور میں ہیں۔ مگر دیوتا روٹھ گئے جن میں بڑے دیوتا غلام اسحاق خاں تھے۔ اس طرح داتا کے سچے خادم کی حکومت دو دفعہ ختم ہوئی۔

پھر محترمہ بے نظیر آئی۔ اب بی بی سی نے کہا کہ محترمہ بے نظیر کچھ توہم پرست سی ہوگئی ہیں۔ اب آیئے دیکھتے ہیں کہ جہاں جہاں محترمہ بے نظیر نے حاضری دی ان کے متعلق خالق کائنات کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا۔

وَ الَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِہٖ مَا یَمۡلِکُوۡنَ مِنۡ قِطۡمِیۡرٍ (۳۵/۱۳)

اور یہ جو تم خدا کے علاوہ جنہیں پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر طاقت نہیں رکھتے۔

دوسرے مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اِنۡ تَدۡعُوۡہُمۡ لَا یَسۡمَعُوۡا دُعَآءَکُمۡ ۚ وَ لَوۡ سَمِعُوۡا مَا اسۡتَجَابُوۡا لَکُمۡ ؕ (۳۵/۱۴)

تم ان کو پکارو جو تمہاری پکار ہی نہ سن سکیں اور اگر بفرضِ محال سن لیں تو جواب ہی نہ دے سکیں۔

ایک جگہ فرمایا۔

"اس سے زیادہ ذلیل اور گمراہ اور کون ہوگا جو خدا کو چھوڑ کر ان کو پکارے جو قیامت تک جواب نہیں دے سکتے۔ انہیں یہ بھی پتہ نہیں کہ کون پکار رہا ہے اور کیا مانگ رہا ہے" (۴۶/۵)

فرمایا۔

اَفَحَسِبَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَنۡ یَّتَّخِذُوۡا عِبَادِیۡ مِنۡ دُوۡنِیۡۤ اَوۡلِیَآءَ ؕ اِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا جَہَنَّمَ لِلۡکٰفِرِیۡنَ نُزُلًا ۝ (۱۸/۱۰۲)

یہ جو کفر کرتے ہیں ہمارے ہی بندوں کو ولی (کارساز) بناتے ہیں کیا اس پر ہم خفا نہ

ہوں گے۔ ہم نے ایسے کافروں کیلئے جہنّم کی مہمانی تیار کی ہے۔

بات تو صاف ہوگئی۔ یعنی جو بھی مردے سے کسی قسم کی مدد چاہے، طمع رکھے اس کا ٹھکانہ جہنّم ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تو نبی سے کہلوایا کہ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ (۱۰/۴۹) کہہ دو کہ میں اگر اپنے آپ کو بھی نقصان یا نفع پہنچانا چاہوں تو نہیں پہنچا سکتا۔ صرف جو اللہ چاہے۔

جب سرورِ کونین حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلّم، کسی اور کو تو کیا اپنے آپ کو نفع ونقصان نہیں پہنچا سکتے تو باقی رہ جاتے ہیں بتانِ آزری۔ زندہ کا مردے کے آگے گڑگڑانا شرفِ انسانیت کی تذلیل ہے۔

مگر جب مزارات پر حاضری دینے والوں سے پوچھا جاتا ہے تو ان کا جواب ہوتا ہے کہ ہم ان سے کچھ نہیں مانگتے۔ ہم تو ان کو وسیلہ بنا کر خدا سے مانگتے ہیں۔

ہمارے ہاں تو لفظ وسیلہ کے ایک ہی معنی ہیں۔ یعنی ذریعہ یا واسطہ۔ لیکن عربی زبان میں اس کے اور بہت سے معنی ہیں۔ کسی چیز کی طرف رغبت کے ساتھ پہنچنا۔ منزلت، مقام، مرتبہ، درجہ، قرب، تعلق۔ یہ تمام معنی اس لفظ میں شامل ہیں۔ قرآنِ کریم میں یہ لفظ دو جگہ آیا ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَ
جَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (۵/۳۵)

اس آیت کا سیدھا سادہ ترجمہ تو یہ ہے کہ "اے ایمان والو! تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس کی طرف وسیلہ طلب کرو۔ یعنی اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ اس آیت میں لفظ وسیلہ کا غلط مفہوم لے کر اس پر پیری مریدی کی ایسی عمارت کھڑی کر دی گئی ہے جو قرآنِ کریم کی بنیادی تعلیم کے خلاف ہے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ خدا تک پہنچنے کے لئے ایک وسیلہ کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ وسیلہ پیر ہوتا ہے۔ پیر کے بغیر خدا تک پہنچنا ممکن نہیں۔

یہ عقیدہ قرآنِ کریم کی بنیادی تعلیم کے خلاف ہے۔ قرآن کی رُو سے انسان اور خدا کا براہِ راست تعلق قائم ہوتا ہے۔ جب انسان خدا کے احکام اور قوانین کی اطاعت کرتا ہے۔ یہ تعلق حاکم اور محکوم، عبد اور معبود کا ہوتا ہے۔ اس لئے کسی درمیانی واسطہ، ذریعہ یا وسیلہ کی ضرورت نہیں۔ خدا نے کہہ دیا ہے واضح الفاظ میں کہ

"اے رسولؐ! جب میرے بندے تجھ سے میری بابت سوال کریں تو ان سے کہہ دو کہ
میں ان کے قریب ہوں اور ہر پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں (۲/۱۸۶)۔ اس
پکار کے بعد خدا انسان کا مرشد (ہدایت دینے والا) بن جاتا ہے (۲/۱۸۶)

یعنی خدا کے مقرّب ہونے، اس کے مرتبہ پانے اور مدارج بلند حاصل کرنے کی طلب وجستجو کرو۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ

تقوٰے اختیار کرو اور اس کی راہ میں جہاد (جدّو جہُد) کرو اس سے تمہیں اپنے مقصد پیشِ نظر میں کامیابی حاصل ہو جائے گی۔

اور اگر لفظ وسیلہ کا ترجمہ ذریعہ کیا جائے تو بھی مطلب یہ ہوگا کہ تم اللہ کے ہاں عزت و منزلت، درجہ و مرتبہ حاصل کرنے کا ذریعہ طلب کرو۔ یعنی اس کے راستے میں جہاد کرو۔ دونوں صورتوں میں مفہوم ایک ہی ہے یعنی جہاد فی سبیل اللہ وہ عمل صالح ہے جو خدا کے ہاں درجہ اور مرتبہ ملنے کا ذریعہ بنتا ہو۔ لہٰذا ہر مسلمان چاہے وہ سربراہ ہو یا غیر، انسانوں کی چوکھٹوں سے سر اٹھا کر صرف اللہ کے سامنے جھکنے کا مسلک اختیار کرے۔ یہی سیدھی راہ ہے۔

نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
عورت کسی قوم کو امان میں لے سکتی ہے یعنی مسلمانوں کی طرف سے امان دے سکتی ہے۔ (ترمذی، مشکوٰۃ کتاب الآداب السفر)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ستو اور کھجور سے حضرت صفیہ کا ولیمہ کیا۔ (احمد ترمذی ابو داؤد ابن ماجہ)

ختمِ نبوّت

قرآنِ کریم نے کھلے کھلے الفاظ میں تصریح کے ساتھ فرما دیا۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ○ (۴۰/۳۳)

محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں مگر اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کی (خاتمہ کی) مہر۔

ختم کے معنی مہر لگانے کے ہیں اور خاتم مہر کو کہتے ہیں جو کسی شے یا تحریر کے خاتمے یا انقطاع پر لگائی جاتی ہے۔ اسی سے ختم کے معنی انقطاع کے لئے گئے ہیں اور عام طور پر لفظ ختم انقطاع ہی کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ آیت میں خاتم کے لفظ کو بعض لغویوں نے باب مفاعلہ سے فعل ماضی قرار دیا ہے۔ اس صورت میں بھی وہی معنی ہوں گے لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ اسم ہے اور اس کے معنی مہر کے ہیں۔ محمدؐ عربی کے اوپر اللہ نے اس سلسلۂ نبوت کو ختم کر دیا جس کا وعدہ ازل میں بنی آدم سے کیا تھا۔

يَا بَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيَاتِيْ فَمَنِ اتَّقٰى وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ (۷/۳۵)

اے بنی آدم! اگر تمہارے پاس تمہیں میں سے رسول آئیں جو تم کو میری آیتیں سنائیں تو جو کوئی تقویٰ اختیار کرے گا اور (ان آیات کے مطابق) اپنے عمل کو ٹھیک کرے گا ان کے اوپر نہ کوئی خوف ہوگا، نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اس آیت کے مطابق اللہ کی طرف سے رسول ہدایتیں لے کر سلسلہ وار آتے رہے۔

وَ كَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ○ (۴۳/۶)

اور پہلے لوگوں میں ہم نے بہت سے رسول بھیجے۔

ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا... (۲۳/۴۴)

پھر ہم نے لگاتار اپنے رسول بھیجے

سب کے آخر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جو اس سلسلۂ نبوت کی مُہر اور اس کی عمارت کی آخری اینٹ ہیں۔ ان کے بعد کوئی نبی نہیں۔ قرآنِ کریم نے یہ بھی تصریح کر دی کہ وہ دینِ الٰہی جو بنی آدم کے لئے ازل سے مقرر تھا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کی تکمیل کر دی گئی۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (۵/۳)

آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے واسطے مکمّل کر دیا اور تمہارے اوپر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے دینِ اسلام کو پسند کیا۔

دینِ الٰہی جو ہر نبی پر اُترا ایک ہی تھا لیکن ہر نبی کے بعد اس کی قوم اس کے لائے ہوئے پیغامات کو تحریف و تخریب سے ضائع کرتی رہی۔ چنانچہ آج کوئی صحیح صحیفہ کسی سابقہ نبی کی تعلیم کا روئے زمین پر موجود نہیں تاآنکہ قرآنِ کریم نازل ہوا جس نے جملہ سابقہ آسمانی کتب کی تصدیق بھی کی اور ان کی کل اصلی اور حقیقی تعلیمات کو اپنے اندر شامل کر کے ان کا مہیمن یعنی محافظ بن گیا۔

وَ اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الْکِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْکِتَابِ وَ مُهَیْمِنًا عَلَیْهِ (۵/۴۸)

اور ہم نے تیرے اُوپر حق کے ساتھ کتاب اتاری جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق بھی کرنے والی ہے اور ان کی نگہبان بھی ہے۔

پھر قرآن کو اللہ نے اپنی حفاظت میں لے کر ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ (۱۵/۹)

ہم نے ہی الذکر کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

یہ الذکر قرآن ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِالذِّکْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ وَ اِنَّهٗ لَکِتَابٌ عَزِیْزٌ ۙ لَا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَکِیْمٍ حَمِیْدٍ (۴۱/۴۱-۴۲)

جن لوگوں نے الذکر کا انکار کیا جبکہ وہ ان کے پاس آیا اور حقیقت یہ ہے کہ وہ (الذکر)

عزت والی کتاب ہے۔ باطل نہ اس کے آگے سے اس کے پاس پھٹکتا ہے نہ اس کے پیچھے سے۔ سزاوارِ حمد حکیم کی اتاری ہوئی۔

اس کے کسی لفظ کو ممکن نہیں ہے کہ بدل سکے۔

وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهٖ ۚ (۱۸/۲۷)

تیرے رب کی کتاب جو تیرے اوپر اتاری گئی ہے اس کی تلاوت کر، کوئی اس کے الفاظ کو بدلنے والا نہیں۔

اب تمام قرآنی تعلیمات کو اس ترتیب کے ساتھ ملاحظہ کیجئے۔

(۱) ازل میں اللہ نے بنی آدم سے وعدہ کیا تھا کہ ہم تمہاری ہدایت کے لئے رسول اور کتاب بھیجتے رہیں گے۔
(۲) اس وعدہ کے مطابق رسول من جانب اللہ ہدایت لے کر بنی آدم کے لئے مسلسل آتے رہے۔
(۳) ان ہدایات و آیات کو جو نبیوں اور رسولوں کے ذریعہ سے موصول ہوتی رہیں ان کے بعد ان کی قومیں ضائع کرتی رہیں۔
(۴) محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ ہدایت قرآن اتار کر مکمل کر دی گئی اور وعدہ کیا گیا کہ یہ کتاب اللہ کی حفاظت میں ہے اس کے کسی لفظ کو کوئی نہیں بدل سکتا۔
(۵) محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں جن کے اُوپر نبوت کا خاتمہ یعنی انقطاع ہو گیا۔

تعلیمِ الٰہی مکمل ہو چکی اور ابد تک کے لئے محفوظ کر دی گئی۔ آئندہ کے لئے سلسلہ منقطع کر دیا گیا کہ اب اس کی ضرورت نہ تھی۔

یہاں یہ بات بھی واضح کر دینی ضروری ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے عقل یعنی بصیرت عطا فرمائی ہے جس کے ذریعہ سے وہ اپنی اصلاح و فلاح کو سمجھ سکتا ہے۔ لیکن یہ بصیرت بلا وحی کے نور کے اسی طرح بیکار ہے جس طرح بصارت بلا خارجی روشنی کے۔ اس لئے اللہ نے وحی کے ذریعہ سے ان تعلیمات کو بھیجنے کی کفالت اپنے ذمہ لی۔ جو انسانی بصیرت کو اس کی صحیح فطرت "عبدیت" کی طرف رہنمائی کریں۔ یعنی جن امور میں بصیرتِ انسانی وحی کی محتاج ہے۔ رسولوں اور کتابوں کے ذریعہ سے ہی وحی موصول ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ آخر میں خاتم النبیین پر قرآن اتار کر بنی آدم کو جس قدر وحی والی تعلیمات کی ضرورت تھی اس کی تکمیل کر دی گئی۔ اب وہ مطلقاً اپنی بصیرت کی روشنی کے لئے کسی مزید وحی کے محتاج نہیں رہے بلکہ اس قرآنی وحی کی روشنی میں اپنی انسانی عقل سے پورا پورا کام حسبِ منشاءِ الٰہی لے سکتے ہیں۔

لہٰذا قرآن پر ایمان رکھنے والے کے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم نبوت کا انکار محال ہے۔ اور یہ ایسا طے شدہ مسئلہ ہے کہ خود عہدِ رسالتؐ میں مسیلمہ کذاب نے جب نبوت کا دعوےٰ کیا تو اس کے کاذب ہونے میں ذرا تامل نہیں کیا گیا۔ یہاں تک کہ شاگردانِ نبوت یعنی صحابہ اکرامؓ نے جہاد کر کے اس کو اور اس کے ساتھیوں کو کیفرِ کردار کو پہنچا دیا۔ اس کے بعد بھی جب جب اور جہاں جہاں اس قسم کے دعویدار کھڑے ہوئے نہ صرف یہ کہ متفقہ طور پر امت کے نزدیک کذاب قرار پائے بلکہ اچھی طرح ان کا قلع قمع کیا گیا۔

تیرہ صدیوں کے اس منصوص، متفق علیہ اور اجماعی عقیدہ کے خلاف پنجاب میں مرزا غلام احمد قادیانی، باوجود قرآن پر ایمان رکھنے کے اِدعا کے اپنی نبوت کا دعوےٰ لے کر کھڑے ہوئے۔ مجھے ان کے اس دعوے پر دلیل لانے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ قادیانی جماعت جس کا عقیدہ اور عمل مرزا صاحب کے نوشتوں پر ہے خود اس کا ثبوت ہے، وہ ان کو انبیاء سابقین علیہم السلام کی طرح نبی مانتی ہے اور ان کی نبوت کے منکر کو کافر سمجھتی ہے۔

مرزا صاحب موصوف چونکہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے اس لئے مسلمانوں کو قائل کرنے کے لئے اس مسئلہ کے متعلق انہوں نے کئی دلیلیں اپنے دل سے جوڑ رکھی تھیں جو دلیلیں نہیں ہیں بلکہ تدلیسات اور آیاتِ قرآنی کی سراسر تحریفات ہیں۔ وہ لکھتے ہیں۔

> "اللہ جل شانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم بنایا۔ یعنی آپ کو افاضۂ کمال کے لئے مُہر دی جو کسی اور نبی کو ہر گز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النّبیین ٹھہرایا یعنی آپ کی پیروی کمالاتِ نبوی بخشتی ہے اور آپ کی توجہ نبی تراش ہے۔"
>
> (حاشیہ حقیقۃ الوحی ص۹۷)

غور کرنے کی جگہ ہے۔ قرآنِ کریم تو یہ کہتا ہے کہ اللہ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انبیاء کی مہر بنایا یعنی جس طرح مہر ہر تحریر کے آخر یا انقطاع پر لگتی ہے اسی طرح آپؐ کے اوپر نبوت کو ختم کر دیا اور آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ مگر مرزا صاحب کہتے ہیں کہ اللہ نے اضافۂ کمال کے لئے آپؐ کو مہر دی۔ قرآن میں کہاں مُہر دینے کا ذکر ہے اور پھر یہ کہ وہ اضافۂ کمال کے لئے دی گئی۔ یہ خالص تحریف ہے اور یہ لکھنا کہ حضورؐ کی توجہ نبی تراش ہے شرکِ جلی ہے۔ کیونکہ آپؐ کا فریضہ جیسا کہ قرآن میں تصریح ہے۔ صرف کلامِ الٰہی کی تبلیغ تھی۔ ایمان یا ہدایت کا اضافہ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے نہ کہ رسولؐ کی طرف سے۔ قرآنِ مجید نے صاف طور سے اس کی تصریح کر دی ہے۔

اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ...... (۲۸/۵۶)

تو جس کو دوست رکھے اس کو ہدایت نہیں دے سکتا مگر اللہ ہی ہے جس

کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

ان کی دوسری دلیل اس سے بھی زیادہ عجیب ہے۔

"افسوس حال کے نادان مسلمانوں نے اپنے نبیٔ مکرمؐ کا کچھ قدر نہ کیا اور ہر ایک بات میں ٹھوکر کھائی۔ وہ ختمِ نبوت کے ایسے معنی کرتے ہیں جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو نکلتی ہے نہ تعریف۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفسِ پاک میں افاضہ اور تکمیلِ نفوس کے لئے قوت نہ تھی اور وہ خشک شریعت سکھانے آئے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس امت کو یہ دعا سکھاتا ہے کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ پس اگر یہ اُمت پہلے نبیوں کی وارث نہیں اور اس انعام سے ان کو کچھ حصہ نہیں تو یہ دعا کیوں سکھائی۔" (حاشیہ حقیقۃ الوحی ص۱۰۰)

میں پہلے اس آیت کا صحیح مفہوم بیان کردوں۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (۱/۵)

ہم کو سیدھا راستہ دکھا ان لوگوں کا، جن پر تُو نے انعام فرمایا ہے۔

اللہ نے جن پر انعام فرمایا ہے ان کی تفصیل اس آیت میں ہے۔

وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ (۴/۶۹)

اور جو کوئی اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا تو یہی لوگ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے۔ یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔

جن پر اللہ کا انعام ہے وہ چار قسم کے لوگ ہیں۔ ان چاروں کے راستہ کی جو رُشد و ہدایت کا ہے۔ دُعا مانگنے کی سورۂ فاتحہ میں جو ہر نماز اور ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے مسلمانوں کو تلقین کی گئی ہے نہ کہ طلبِ نبوت کی۔ اور یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ یہ امت پہلے نبیوں کی نبوت کی وارث ہے؟ وارث تو صرف کتاب کی ہے جس کی تصریح قرآن میں صاف صاف کردی گئی ہے۔

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا...ہ (۳۵/۳۲)

پھر ہم نے کتاب کا وارث بنایا اپنے بندوں میں سے ان لوگوں کو جن کو برگزیدہ کیا۔

نبوت یا اس کے کسی حصہ کی وراثت کا خیال از روئے قرآن حتماً باطل ہے۔ صرف زمانہ حال کے نادان مسلمان ہی نہیں بلکہ زمانہ گذشتہ کے تمام صلحاء و اولیاء بلکہ صحابہ کرامؓ بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں ورنہ مسیلمہ کذاب کو قتل نہ کرتے۔ حال کے نادان مسلمانوں کے ساتھ اس عقیدہ کو مخصوص کرنا محض تدلیس ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفسِ پاک میں اضافہ اور تکمیلِ نفوس کی قوت سے یہ استدلال کرنا کہ آپ کے فیضان سے لوگ نبی بن سکتے ہیں۔ بحالیکہ خود آپؐ کی زندگی میں آپؐ کی اس قوت سے کسی کو نبوت کا شرف حاصل نہ ہوسکا، کس قدر غلط ہے۔

ایک تیسری دلیل جس کو قادیانی بڑے شدومد سے پیش کیا کرتے ہیں، یہ ہے کہ اللہ نے فرمایا ہے۔

يَا بَنِيْ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيَاتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (۷/۳۵)

اے بنی آدم! اگر تمہارے پاس تمہیں میں سے رسول آئیں اور تم کو میری آیتیں سنائیں تو توجو کوئی تقوےٰ اختیار کرے گا اور اپنے عمل کو ٹھیک کرے گا ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ اندوہگیں ہوں گے۔

اس سے ثابت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انبیاء آتے رہیں گے۔ کیونکہ "یَاْتِیَنَّ" میں میں نون تاکید ثقلیہ ہے جو مضارع کو زمانہ مستقبل کے ساتھ مخصوص کر دیتا ہے اور یہ آیت چونکہ قرآن میں اُتری اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر نازل ہوئی ہے اس لئے ان کے بعد انبیاء کا آنا ثابت ہوگیا۔ مگر انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ یہ قول کس وقت کا ہے اور اس کے مخاطب کون لوگ تھے؟

اس آیت میں خطاب بنی آدم سے ہے نہ کہ امتِ محمدیہ سے اور اس وقت کہی گئی ہے جبکہ آدمؑ کا ہبوط ہوا تھا۔ یہ مضمون قرآن میں تین جگہ بیان کیا گیا ہے اور تینوں جگہ قصۂ ابلیس و آدم کے ساتھ ساتھ ہے۔ ایک تو آیت مذکورہ بالا میں جو سورۂ اعراف میں ہے دوسرے سورۂ بقرہ میں۔

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

(۲/۳۸)

ہم نے کہا کہ تم سب وہاں سے نیچے اُترو۔ سو اگر میری طرف سے تمہارے پاس کوئی ہدایت پہنچے، توجو کوئی میری ہدایت کی پیروی کرے گا ان پر نہ کوئی خوف ہوگا نہ وہ اندوہگیں

ہوں گے۔

پھر سورۂ طٰہٰ میں ہے۔

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَىٰ (۲۰/۱۲۳)

اللہ نے فرمایا کہ وہاں سے تم دونوں سب کے سب (ذریتِ آدم و ابلیس) نیچے اترو اور ایک دوسرے کے دشمن ہو۔ اگر میری طرف سے ہدایت پہنچے تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ گمراہ ہوگا نہ بدبخت۔

ان دونوں آیتوں میں هُدًى کا لفظ ہے اور سورۂ اعراف میں رسل و آیات کا۔ جو دراصل ہدیٰ کی تفصیل ہے کہ وہ رسولوں اور کتابوں کے ذریعہ سے آئے گی۔ چنانچہ ہبوط کے بعد اللہ تعالیٰ سلسلہ وار رسولوں کو بھیجتا رہا جو اس کی اتاری ہوئی آیتیں لوگوں کو پڑھ پڑھ کر سناتے رہے۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آکر یہ سلسلہ ختم ہوگیا۔ اس میں "یاتین" کے لفظ سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی جن کو قرآن کے تصریح کے ساتھ خاتم الانبیاء قرار دیا ہے 'نبی آتے رہیں گے' قرآن کی سخت نافہمی ہے۔ اور اس کی روشن تعلیم کو مسخ کرنا ہے۔

الغرض مذکورہ بالا اور اسی قسم کے لاطائل قیاسات اور بے معنی دلائل سے جو تارِ عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ہیں ختمِ نبوت کی حقیقت پر پردہ ڈالنے اور مرزا صاحب کی نبوت کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اسی طرح ظلی نبی، مجازی نبی اور بروزی نبی وغیرہ کے الفاظ صرف اس خودساختہ نبوت کو پردۂ اخفا میں رکھنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔ جن کے قرآن کی رُو سے حتماً کوئی معنی نہیں۔ نبوت ایک حقیقتِ ثابتہ ہے وہاں مجاز کا گزر نہیں، نہ اس کا کوئی ظل ہے نہ بروز۔ وہ خود ایک بارزاور غیر مستتر صفت ہے۔ اس سے جو لوگ بذریعہ اطاعت اور اتباع کے اثر پذیر ہوتے ہیں وہ مومن اور صالح کہے جا سکتے ہیں نہ کہ نبی۔

یہاں تک جو کچھ بحث تھی وہ قرآنِ کریم کی رُو سے تھی۔ اب عقلی حیثیت سے دیکھا جائے تو اس مدعیٔ نبوت نے کوئی تعلیم ایسی پیش نہیں کی جس میں ادنیٰ شائبہ بھی نبوت کا ہو۔ ساری عمر کا سرمایہ صرف چند پیشین گوئیاں ہیں جن میں سے جو جس قدر زیادہ جزم و ادعا سے ساتھ کی گئی اس قدر زیادہ غلط ثابت ہوئی۔ یہاں تک کہ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء میں اشتہار دیا کہ

"اب میں تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور وہ جو تیری نگاہ میں درحقیقت مفسد اور کذّاب ہے اس کو صادق کی زندگی ہی میں اس دنیا سے اٹھالے۔"

تقدیر نے اس معاملہ میں سچا فیصلہ کر دیا جس سے اہلِ بصیرت پر حق روشن ہو گیا. یعنی اس مدت میں جو اس دُعا مقرر کی گئی تھی. مرزا صاحب کو ہیضہ کی وبا سے وفات دے دی اور مولانا ثناء اللہ ابوالوفا کو زندہ رکھا جو آج تک مرزائیوں کی تردید کر رہے ہیں.

رہا مجدد کا عقیدہ جو ایک مذہب جماعت مرزا صاحب کے متعلق رکھتی ہے تو اس عقیدہ کو قرآنی تعلیم سے کوئی تعلق نہیں. ایک روایت بیان کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سرے پر اس اُمت میں ایک مجدد پیدا کرتا ہے جو ان کے دین کی تجدید کرتا ہے. لیکن یہ روایت حقیقت میں اس وقت کے مسلمانوں کی ذہنیت کا اظہار کرتی ہے جبکہ پہلی صدی ہجری کے خاتمہ اور دوسری صدی کے آغاز پر حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہو گئے تھے جنہوں نے بنی اُمیّہ کے "مظالم" کو مٹا کر پھر ایک بار عہدِ فاروقی کو تازہ کر دیا تھا ورنہ دین اللہ کے مقرر کئے ہوئے ان اٹل اور پختہ اصولوں کا نام ہے جو مطلقاً تجدید پذیر نہیں ہیں نہ ان کے لئے مجدد کی ضرورت نہیں. یہی وجہ ہے کہ قرآن نے مجدد کے عقیدہ کی تلقین نہیں کی. یہی کیفیت "مہدی موعود" کے عقیدہ کی ہے. اس کا بھی قرآن کے کسی حرف سے ثبوت نہیں دیا جا سکتا. یہ تو محض مایوسی کی حالت کا عقیدہ ہے جس کو اہلِ بیت یعنی علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد نے سلطنت سے محروم اور نا امید ہو جانے کے بعد ڈھارس بندھائے رکھنے کے لئے قائم کیا تھا کہ ہم میں سے ایک مہدی پیدا ہو گا جو رُوئے زمین پر حکومت کرے گا. یہی نہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر رجعت کا عقیدہ قائم کیا کہ ہمارے آئمہ پھر دنیا میں واپس آکر اپنے دشمنوں کو فنا کریں گے اور قرنہا قرن تک حکومت کریں گے حالانکہ یہ قرآن کے سراسر خلاف ہے. اس میں بار بار تصریح کر دی گئی ہے کہ جو گیا اس کی واپسی نہیں. اَلَمْ یَرَوْا کَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۝ (۳۶/۳۱)

حاصل یہ ہے کہ خاتم النبیین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کی نبوت یا مجددیت یا مہدیت کا عقیدہ کسی شخص کی بابت رکھنا شخصیت پرستی ہے جس سے قرآن اور اسلام کو قطعاً کوئی تعلق نہیں. ایسے مدعی جب جب کھڑے ہوئے ہیں امت میں تفریق اور فتنہ کے باعث ہوئے ہیں.

فہرس پمفلٹس ادارہ طلوعِ اسلام

بزمہائے طلوعِ اسلام سے گذارش ہے کہ مندرجہ ذیل فہرست کو دیکھ کر ادارے کو مطلع فرمائیں کہ ان میں سے کون کون سے آپ کو مطلوب ہیں۔ شکریہ

فہرست پمفلٹس

(قبل از تقسیمِ ہند)

دارالعلوم کی تعلیمی اسکیم۔
سوانحِ اسلام۔
مسلم لیگ کا بنیادی مطالبہ۔
زبان کا مسئلہ۔
خدا کی بادشاہت۔
اسلام اور مذہبی رواداری۔
اسلامی معاشرت۔
گفتگوئے مصالحت۔
متحدہ قومیت اور مولانا حسین احمد صاحب
مسلمان کی زندگی۔

(یہ فہرست نامکمل ہے کیونکہ اس زمانے کا ریکارڈ بتمامہ محفوظ نہیں۔ طلوعِ اسلام کے فائل البتہ محفوظ ہیں۔) ×

سنہ ۱۹۴۸ء

مسلم لیگ کو ختم کر دیا جائے۔

سنہ ۱۹۵۲ء

رحمۃ اللعالمینؐ
یتیم پوتہ کی وراثت۔
احمدیت اور اسلام۔

سنہ ۱۹۵۳ء

مقامِ محمدی
دینِ خالص
وراثتِ الارض کا ابدی قانون۔

سنہ ۱۹۵۴ء

پیامِ اقبالؒ۔
مقامِ اقبالؒ۔
قرآنک سوشل آرڈر۔

سنہ ۱۹۵۵ء

سنّتِ رسول اللہؐ
قرآنی معاشرہ میں کیا ہوگا؟

سنہ ۱۹۵۶ء

روٹی کا مسئلہ۔
علماء کون ہیں؟۔
اطاعتِ رسولؐ۔
تکذیبِ دین کون کرتا ہے؟
بادۂ زندگی۔
انتخاب (جداگانہ یا مخلوط)
دینِ خداوندی۔
مقامِ محمدی (دوبارہ)

سنہ ۱۹۵۷ء

تقدیرِ اُمم کیا ہے؟
قانونِ شریعت۔
جشنِ نزولِ قرآن۔
اندھے کی لکڑی۔
یہ زمین کس کی ہے؟
پاکستان میں قانون سازی کا اصول۔
جشنِ میلاد النبیؐ۔
قرآن اور تاریخ۔
خُمِ زندگی۔

قوموں کے تمدن پر جنسیات کا اثر۔
خود فیصلہ کیجئے (کہ اسلام کیا ہے!)۔

سنہ ۱۹۵۸ء

فرق کیسے مٹ سکتے ہیں؟
من و یزداں۔
رحمت للعالمینؐ (دوسرا ایڈیشن)۔
جمع القرآن۔
قرآنی معاشرہ میں کیا ہوگا؟

سنہ ۱۹۵۹ء

CONSTITUTION COMMISSION QUESTIONNAIRE, ANSWERS

پیامِ فصلِ بہار۔
ہماری تاریخ۔
افواہیں۔
اسلامک آئیڈیالوجی۔
پاکستان میں کوئی بھوکا نہ رہے۔

سنہ ۱۹۶۰ء

اسلام آگے کیوں نہ چلا؟
قرآن کا سیاسی نظام۔
لغات القرآن کا تعارف۔
معمارِ حرم۔
اسلامی آئین کے بنیادی اصول۔
کتاب و سنّت۔
ضبطِ ولادت۔
ہم میں کیریکٹر کیوں نہیں؟
بے بنیاد الزامات اور ان کی حقیقت۔

(۱) پاکستان کی کہانی۔ (۲) خاندانی منصوبہ بندی
WHY DO WE LACK CHARACTER.

۱۹۶۱ء

پاکستان کی کہانی۔
کیا عائلی قوانین اسلام کے خلاف ہیں؟
عورت کی مظلومی۔
وحدتِ ملت۔
مژدۂ صبح۔
مفہوم القرآن کا تعارف۔
القرآن العظیم (مفہوم القرآن کا پیش لفظ)
اسلام ہی کیوں سچا دین ہے!
فردوسِ گم گشتہ۔
اسلامی قوانین کی اصل و بنیاد کیا ہے؟
FUNDAMENTALS OF ISLAMIC CONSTITUTION.

۱۹۶۲ء

اسلام کیا ہے؟
مثالی مملکت۔
کافر گری۔
پرویز صاحب کا خط مفتی شفیع صاحب کے نام
عائلی قوانین۔
نذرِ عقیدت بحضور رسالتمآبؐ۔
شعلۂ نمناک۔
پاکستان کا سب سے اہم مسئلہ۔
PAKISTAN & ISLAMIC CULTURE

۱۹۶۳ء

قائداعظمؒ کا پاکستان۔
قیامتِ موجود۔
جنگ اور انسان۔
پاکستان کس نے بنایا؟
انسان کے بنیادی حقوق۔
جماعتِ اسلامی خود اپنے آئینہ میں۔
مودودی صاحب اور جمہوریت۔
غلافِ کعبہ۔

۱۹۶۴ء

حرفِ دلنواز۔
معرکۂ دین و وطن۔
قانون کی حکمرانی
مومن کسے کہتے ہیں؟
لمعات (انتخاب جذبات یا عقل)

۱۹۶۵ء

ہم عید کیوں مناتے ہیں؟
جہاد۔
اسلامی مملکت کے فرمانروا۔

۱۹۶۶ء

کمیونزم اور اسلام۔
میرا پیام۔
خدا کی مرضی۔
آرٹ اور اسلام۔
منشورِ آزادی۔

۱۹۶۷ء

ماؤزے تنگ اور قرآن۔
قرآنی پاکستان کیسا ہوتا۔
اے کشتۂ سلطانی و مُلّائی و پیری
احادیث کا صحیح ترین مجموعہ۔
نوائے صبح گاہی۔
انسانیت کا آخری سہارا۔

۱۹۶۸ء

پیغامبر انقلاب۔
جہانِ دگر ہے۔
ہندو کیا ہے؟
عالمگیر افسانے جنہیں حقیقت سمجھ لیا گیا۔

۱۹۶۹ء

سوشلزم۔ اسلامی سوشلزم اور اسلام۔
انقلابِ محمدیؐ۔
شرارِ زندگی۔
قرآن کا معاشی نظام۔
ذاتی ملکیت، قرآن کی رو سے۔
اسلامی مملکت کے سربراہ کی معاشی ذمہ داریاں
ملزم کا بیان۔
جمہوریت کیسے بحال ہو سکتی ہے؟
طلوعِ اسلام کا مقصد و مسلک۔
ECONOMICS IN THE SOCIAL STRUCTURE OF ISLAM.
عائلی قوانین ہیں کیا ہے؟
اساسِ محکم

۱۹۷۰ء

جماعتِ اسلامی کے منشور پر تبصرہ۔
رزق کی محمدیؐ تقسیم۔
اسلامی مملکت کا خواب جو پریشان ہو گیا۔
سکون گھر۔
قوموں کی تعمیر فکر سے ہوتی ہے ہنگاموں سے نہیں۔
قدیم اور جدید میں کش مکش۔
قرآنی منشور۔
پاکستان کی پکار۔
فیصلہ کی گھڑی۔

سنہ ۱۹۷۱ء

قرآنی آئین کے بنیادی اُصول۔
ہندو کیا ہے؟
خدائی فیصلہ۔
قومیں کیوں تباہ ہوتی ہیں؟
نالۂ بے باک۔

سنہ ۱۹۷۲ء

چراغِ آرزو۔
قائدِ اعظمؒ آپ کہاں ہیں؟
اسلامی سوشلزم۔
ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ۔
معرکۂ دین و وطن (دوسرا ایڈیشن)
نظریۂ پاکستان پر کیا گزری۔

سنہ ۱۹۷۳ء

کیا اسلام ایک چلا ہوا کارتوس ہے؟
اقبالؒ اور دو قومی نظریہ۔
مساواتِ محمدیؐ۔
اعمال نامہ۔
غلامی سے بتر ہے بے یقینی۔
جبر ہے دل پہ اختیار کے ساتھ۔

سنہ ۱۹۷۴ء

پاکستان کا ازلی دشمن۔
میری دعا ہے تیری آرزو بدل جائے۔
فرد یا مملکت۔
رفعنا لک ذکرک۔
اقبالؒ کا مردِ مومن۔
جنسی بدنہادی کا اثر قوموں کی موت و حیات پر۔
تین نمازوں اور نو دن کے روزوں کے پسِ پردہ کیا ہے!
مرزائیت کے نقشِ قدم پر۔

سنہ ۱۹۷۵ء

اقبالؒ اور ختمِ نبوت۔
حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں۔
جہاں مارکس ناکام رہ گیا (اس سے آگے)
مودودی صاحب کی تفسیر کی چند جھلکیاں۔
وہ ہمارا خواب تھا یہ خواب کی تعبیر ہے۔
فرقۂ اہلِ قرآن کی پھیلائی ہوئی گمراہیاں۔

سنہ ۱۹۷۶ء

دنیا نظامِ محمدیؐ کیلئے بیتاب ہے۔
متاعِ دین و دانش لُٹ گئی اللہ والوں کی۔
معمارانِ پاکستان۔
عظمتِ کردار کا گوہرِ تابدار۔
آدمِ نو کی تخلیق۔
ذکر و فکرِ پرویز۔
گہری سازش — پاکستان کے خلاف۔

سنہ ۱۹۷۷ء

قائدِ اعظمؒ اور قرآنِ مجید۔
مودودی صاحب اور بارگاہِ رسالتمآبؐ۔
بارگاہِ قرآنی میں۔
تبویب القرآن۔
نظامِ مصطفےٰؐ۔
یہ آئینہ ہے۔
نظریۂ پاکستان پر کیا گزری؟
اقبالؒ اور دو قومی نظریہ۔
قرآنی آئین کے بنیادی خدوخال۔
قومیں کیوں تباہ ہوتی ہیں۔
خدا کی گرفت۔
انسانیت کا آخری سہارا۔
(دوسرا ایڈیشن)
پاکستان میں اسلامی قانون کیسے بن سکے گا۔
قوموں کی تعمیر فکر سے ہوتی ہے۔
(دوسرا ایڈیشن)
مودودی صاحب کا نظریۂ حدیث۔
صرف ایک سوال۔
طلوعِ اسلام کا مقصد و مسلک۔

سنہ ۱۹۷۸ء

پاکستان میں سیکولر اسلام۔
ہم میں کیریکٹر کیوں نہیں؟
قرآن مجید کے خلاف گہری سازش۔
اسلامی قوانین کے راستے میں کون حائل ہے۔
آزادی کا پیامبرِ عظیمؐ۔
فکرِ اقبالؒ کا سرچشمہ۔ قرآن
جبر ہے دل پہ اختیار کے ساتھ۔
تین اہم موضوعات (خدا اور قیصر۔ ہماری مسجدیں۔ پارٹی بازی)
فرد یا مملکت۔
قائدِ اعظمؒ اور دو قومی نظریہ۔
حرام کی کمائی۔
تقدیر شکن قوت باقی ہے ابھی اس میں۔
اسلام میں اجتہاد کی اہمیت۔
اے کشتۂ سلطانی و ملائی و پیری۔
میرا سرمایۂ حیات۔
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی۔

———(۰)———

(فرمائش موصول ہونے پر ان میں سے صرف وہ پمفلٹ بھیجے جا سکیں گے جو اس وقت سٹاک میں موجود ہیں)

کشمیر ___ اقبالؒ کی نظر میں

اقبالؒ کو کشمیر سے قلبی لگاؤ تھا. اس لئے نہیں کہ وہ کشمیری الاصل تھے. حسنِ فطرت کی فراوانی اور ... تیز بین و پختہ کار و سخت کوش" اہالیانِ کشمیر کی مظلومیت نے اقبالؒ کے قلبِ حساس سے کشمیر کی یاد کبھی محو نہیں ... نے دی. اقبالؒ نے جابجا کشمیر کا تذکرہ کیا ہے. اس تذکرہ کا جائزہ خصوصی توجہ کا متقاضی ہے جو آج کی قلیل مہلت ... ممکن نہیں. اسے آئندہ فرصت پر اٹھا رکھتے ہوئے کشمیر سے متعلق کلامِ اقبال کے کچھ ٹکڑے بلا تبصرہ پیش کئے جاتے ہیں.

(طلوعِ اسلام)

○

میرا عقیدہ ہے کہ کشمیر کی قسمت عنقریب پلٹا کھانے والی ہے.

○

ایک مکتوب

کشمیر کے سلسلہ میں اس کی ضرورت نہیں کہ میں واقعات کے اس پس منظر کو بھی بیان کروں جو اس ملک میں حال ہی میں وقوع پذیر ہوئے ہیں. ایسی قوم کا بظاہر اچانک قیام جس کا شرارِ خودی قریباً مردہ ہو چکا تھا' باوجود ان مصائب کے جو اس قیام کا لازمی نتیجہ ہیں ہر اس شخص کے لئے مسرت کا باعث ہے جس کی نگاہ عصرِ حاضر کی ایشیائی تحریکاتِ آزادی کے محرکات پر ہے. اہالیانِ کشمیر کا مطالبہ بالکل حق بجانب ہے. اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسی ہونہار اور ہنرمند قوم کا اپنے تشخص میں اعتماد کا ازسرِ نو احیاء آخرکار نہ صرف خود ان کے لئے بلکہ ہندوستان بھر کے لئے تقویت کا باعث ہوگا. سب سے زیادہ قابلِ مذمت فرقہ وارانہ منافرت ہے جو اس وقت ہندوستان میں عام ہے چنانچہ مسلمانوں کی اہلِ کشمیر سے قدرتی دلچسپی سے ہندوؤں نے جوابی تحریک شروع

کردی ہے جس کا مقصد، از رہِ یاس، یہ ہے کہ پان اسلامزم اور برطانوی تسلط کے ہوتے کھڑے کرکے کشمیر کی بربری حکومت کو بچایا جائے۔

(خطبہ مسلم کانفرنس ۱۹۳۲ء)

○

خوشا روزگارے خوشا نو بہارے
نجوم پرن رست از مرغزارے
زمیں از بہاراں چو بال تدروے
ز فوارہ الماس بار آبشارے
نہ پیچد نگہ جز کہ در لالہ و گل
نہ غلطد ہوا جز کہ بر سبزہ زارے
لبِ جو خود آرائیٔ غنچہ دیدی
چہ زیبا نگارے چہ آئینہ دارے
چہ شیریں نوائے چہ دلکش صدائے
کہ می آید از خلوتِ شاخسارے
بہ تن جاں بہ جاں آرزو زندہ گردد
ز آوائے سارے، ز بانگِ ہزارے
نواہائے مرغِ بلند آشیانے
در آمیخت با نغمۂ جوئبارے
تو گوئی کہ یزداں بہشتِ بریں را
نہاد است در دامنِ کوہسارے
کہ تا رحمتش آدمی زادگاں را
رہا سازد از محنتِ انتظارے
چہ خواہم دریں گلستاں گر نہ خواہم
شرابے، کتابے، ربابے، نگارے
سرت گردم اے ساقیٔ ماہ سیما
بیار از نیاکانِ ما یادگارے
بہ ساغر فرو ریز آبے کہ جاں را
فروزد چو نورے، بسوزد چو نارے
شقائق بروریاں ز خاکِ نژندم
بہشتے فرو چیں بمشتِ غبارے
نہ بینی کہ از کاشغر تا بہ کاشاں
ہماں یک نوا بالد از ہر دیارے
ز چشمِ اُمم ریخت آں اشکِ نابے
کہ تاثیرِ اُو گل دماند ز خارے
کشیری کہ با بندگی خو گرفتہ
بتے می تراشد ز سنگِ مزارے
ضمیرش تہی از خیالِ بلندے
خودی ناشناسے ز خود شرمسارے
بریشم قبا خواجہ از محنتِ اُو
نصیبِ تنش جامۂ تار تارے
نہ در دیدہ او فروغِ نگاہے
نہ در سینۂ او دلِ بیقرارے

ازاں مے فشاں قطرہ بر کشیری
کہ خاکسترش آفریند شرارے

○

پانی ترے چشموں کا تڑپتا ہوا سیماب — مرغانِ سحر تیری فضاؤں میں ہیں بیتاب
آج وہ کشمیر ہے محکوم و مجبور و فقیر — کل جسے اہلِ نظر کہتے تھے ایرانِ صغیر
سینۂ افلاک سے اٹھتی ہے آہِ سوزناک — مردِ حق ہوتا ہے جب مرعوبِ سلطان و امیر
کہہ رہا ہے داستاں بیدردیِ ایام کی — کوہ کے دامن میں وہ غم خانۂ دہقانِ پیر
آہ یہ قومِ نجیب و چرب دست و تر دماغ — ہے کہاں روزِ مکافات اے خدائے دیرگیر

○

گرم ہو جاتا ہے جب محکوم قوموں کا لہو — تھرتھراتا ہے جہانِ چارسو و رنگ و بُو
پاک ہوتا ہے ظن و تخمیں سے انساں کا ضمیر — کرتا ہے ہر راہ کو روشن چراغِ آرزُو
وہ پرانے چاک جن کو عقل سی سکتی نہیں — عشق سیتا ہے انہیں بے سوزن و تارِ رفو
ضربِ پیہم سے ہو جاتا ہے آخر پاش پاش — حاکمیت کا بُتِ سنگیں دل و آئینہ رُو

○

دراج کی پرواز میں ہے شوکتِ شاہیں — حیرت میں ہے صیاد یہ شاہیں ہے کہ دراج
ہر قوم کے افکار میں پیدا ہے تلاطم — مشرق میں ہے فردائے قیامت کی نمود آج
فطرت کے تقاضوں سے ہوا حشر پہ مجبور — وہ مردہ کہ تھا بانگِ سرافیل کا محتاج

○

جس خاک کے ضمیر میں ہے آتشِ چنار — ممکن نہیں کہ سرد ہو وہ خاکِ ارجمند

○

نصیبِ خطہ ہو یارب وہ بندۂ درویش — کہ جس کے فقر میں انداز ہوں کلیمانہ
چھپے رہیں گے زمانے کی آنکھ سے کب تک — گہر ہیں آبِ وُلر کے تمام یک دانہ

○

دگرگوں جہاں ان کے زورِ عمل سے — بڑے معرکے زندہ قوموں نے مارے
منجم کی تقویمِ فردا ہے باطل — گرے آسماں سے پرانے ستارے
ضمیرِ جہاں اس قدر آتشیں ہے — کہ دریا کی موجوں سے ٹوٹے ستارے
زمیں کو فراغت نہیں زلزلوں سے — نمایاں ہیں فطرت کے باریک اشارے
ہمالہ کے چشمے ابلتے ہیں کب تک — خضر سوچتا ہے وُلر کے کنارے

○

حاجت نہیں اے خطۂ گل شرح و بیاں کی
تصویر ہمارے دل پر خوں کی ہے لالہ

تقدیر ہے اک نام مکافاتِ عمل کا
دیتے ہیں یہ پیغام خدایانِ ہمالہ

سرما کی ہواؤں میں ہے عریاں بدن اس کا
دیتا ہے ہنر جس کا امیروں کو دوشالا

امید نہ رکھ دولتِ دنیا سے وفا کی
رم اس کی طبیعت میں ہے مانند غزالہ

○

زیرِ گردوں آدم آدم را خورد
ملتے بر ملتے دیگر چرد

جاں ز اہلِ خطہ سوزد چوں سپند
خیزد از دل نالہ ہائے دردمند

زیرک و دراک و خوش گل ملتے است
در جہاں تردستی او آیتے است

ساغرش غلطندہ اندر خون اوست
در نے من نالہ از مضمونِ اوست

از خودی تابے نصیب افتادہ است
در دیارِ خود غریب افتادہ است

دست مزدِ او بدستِ دیگراں
ماہی رودش بہ شستِ دیگراں

کارواں ہا سوئے منزل گام گام
کارِ او ناخوب و بے اندام و خام

از غلامی جذبہ ہائے او بمرد
آتشے اندر رگِ تاکش فسرد

تا نہ پنداری کہ بود است ایں چنیں
جبہ را ہموار سود است ایں چنیں

در زمانے صف شکن ہم بودہ است
چیرہ و جانباز و پردم بودہ است

کوہ ہائے خنگ سارے او نگر
آتشیں دستِ چنارے او نگر

در بہاراں لعل می ریزد ز سنگ
خیزد از خاکش یکے طوفان رنگ

لکہ ہائے ابر در کوہ و دمن
پنبہ پراں از کمان پنبہ زن

کوہ و دریا و غروبِ آفتاب
من خدا را دیدم آنجا بے حجاب

مرغکے می گفت اندر شاخسار
با پشیزے می نیرزد ایں بہار

لالہ رست و نرگسِ شہلا دمید
باد نو روزی گریبانش درید

عمر ہا بالیدہ ازیں کوہ و کمر
نسترا از نورِ قمر پاکیزہ تر

عمر ہا گل رخت بربست و کشاد
خاکِ ما دیگر شہاب الدین نزاد

○

بادِ صبا اگر بہ جنیوا گذر کنی — حرفے ز ما بمجلسِ اقوام باز گو
دہقان و کشت و جوئے و خیاباں فروختند — قومے فروختند وچہ ارزاں فروختند

○

ہند را ایں ذوقِ آزادی کہ داد — صید را سودائے صیادی چہ داد
آں برہمن زادگانِ زندہ دل — لالۂ احمر ز روئے شاں خجل
تیز بین و پختہ کار و سخت کوش — از نگاہ شاں فرنگ اندر خروش
اصل شاں از خاک دامن گیرِ ماست — مطلع ایں اختراں کشمیرِ ماست
خاک ما را بے شرر دانی اگر — بر درونِ خود یکے بکشا نظر
ایں ہمہ سوزے کہ داری از کجاست — ایں دمِ بادِ بہاری از کجاست

ایں ہمہ باد است کز تاثیرِ او
کوہسارِ ما بگیرد رنگ و بو

تو ز اہلِ خطہ نومیدی چرا؟

دل میانِ سینۂ شاں مردہ نیست — اخگرِ شاں زیرِ یخ افسردہ نیست
باش تا بینی کہ بے آوازِ صور — ملتے برخیزد از خاکِ قبور
غم مخور اے بندۂ صاحب نظر — برکش آں آہے کہ سوزد خشک و تر
از نوا تشکیلِ تقدیرِ امم — از نوا تخریب و تعمیرِ اُمم

تازہ آشوبے فگن اندر بہشت
یک نوا مستانہ زن اندر بہشت

(طلوعِ اسلام اپریل ۱۹۵۰ء)

○

حسین امیر فرہاد

نور — ہدایت — انذار

قارئین کرام! نور، ہدایت اور انذار یہ تینوں لفظ قرآنِ کریم کے ہیں اور قرآنِ کریم کے لئے استعمال ہوئے ہیں۔ نور عربی میں روشنی کو کہتے ہیں۔ قرآنِ کریم میں یہ لفظ کئی مقامات پر انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ فرمایا۔

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ
بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝ (ابراہیم:۱)

یہ کتاب تم پر اس لئے نازل کی گئی تاکہ تم اس کے ذریعے لوگوں کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف لے آؤ۔ اللہ کے حکم سے جو غالب اور قابلِ ستائش ہے۔

اسی کے راستے کی طرف دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ (المائدہ:۱۵)

بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشن و ظاہر کتاب آگئی۔

قرآنِ پاک میں کم و بیش ۴۹ جگہ نور کا لفظ آیا ہے۔ اگر منیر بھی ملا لیا جائے تو ۵۵ جگہ ہوئے۔ یہ لفظ اکثر جگہ روشنی کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ عربی میں ضو اور ضیاء بھی روشنی کو کہتے ہیں۔ مگر زمخشری نے کہا ہے کہ ضیاء ذاتی روشنی کو کہتے ہیں اور نور اس روشنی کو جو ذاتی نہ ہو۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں سورج کے لئے ضیاء اور چاند کے لئے نور کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ آیت ہے هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا (یونس:۵) "اللہ نے سورج کو درخشندہ اور چاند کو نورانی بنایا۔" نور وہ ہے جو خود واضح ہو، ظاہر ہو اور دوسری چیزوں کو روشن اور واضح کر دے۔ یعنی اصل مقام کا تعین کرے۔ یہی نور ہدایت اور راہنمائی بھی ہے۔ فرمایا۔

وَ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَ يَهْدِيْهِمْ
اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ (المائدہ:۱۶)

اللہ اس روشنی کے ذریعے ہر اس شخص کو جو اس کے قانون سے ہم آہنگ ہوتا ہے
سلامتی اور تکمیلِ ذات کی طرف رہنمائی اور ہدایت کر دیتا ہے۔ اس طرح انہیں ہر قسم
کی تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آتا ہے۔ یعنی زندگی کی متوازن شاہراہ کی
طرف رہنمائی کر دیتا ہے۔

اس لئے منارہ اور منار اس مقام کو کہتے ہیں جو جہازوں کی راہنمائی کرتا ہے یعنی (LIGHT HOUSE)۔ کراچی کیماڑی کے قریب سمندر میں مچھیروں کی ایک بستی کا نام منوڑہ ہے۔ دیبل کے فتح کے بعد عربوں نے یہاں جہازوں کے لئے روشنی کا مینار تعمیر کیا تھا۔ اس کی وجہ سے یہ بستی منادرہ کہلائی جو آہستہ آہستہ منادڑہ بن گئی۔ اگر سرِ شام کار کی بتیاں نہ جلائی ہوں تو ٹریفک کانسٹیبل اکثر ان الفاظ میں ٹوکتے ہیں۔ لماذا انوارك مطفئ۔ (انوار، نور کی جمع)۔ آپ کی لائٹیں کیوں بجھی ہیں۔ تنویر الذہور۔ شگوفا پھوٹنا۔ تنویر الاذھان۔ روشن دماغ۔ چونا کرنے سے مکان روشن ہو جاتا ہے اس وجہ سے چونے کو بھی نورا کہتے ہیں۔ نور روشنی ہے اندھیرے کی ضد۔ اندھیرے کو عربی میں ظلام کہتے ہیں۔ اس کے اور بھی معنی ہیں۔ مثلاً ایک چیز کو اس کے اصل مقام سے ہٹا کر غلط جگہ رکھ دینا۔ مگر اس کی جامع تعریف میں ہر قسم کی بے انصافی، استبداد، دھاندلی، زیادتی، قانون شکنی، حدود فراموشی، سلب و نہب آتی ہیں۔ ہمارے ہاں بھی اگر کوئی بے انصافی کر رہا ہو تو کہتے ہیں۔ یہ کیا اندھیر ہے اور (DARK ROOM) کو غرفہ المظلمہ کہتے ہیں۔ جہل اور توہمات کو بھی ظلم کہتے ہیں۔
العصور المظلمہ DARK AGES۔

تو قارئین یہ اندھیرا ہوتا ہے جس میں اشیاء کی ماہیت کا پتہ نہیں چلتا۔ رسی بھی سانپ نظر آتی ہے۔ انسان اپنے ہی گھر میں چلنے پھرنے سے قاصر ہوتا ہے۔ کہیں میز کرسی سے ٹکرانے کا خطرہ، کہیں کچھ ٹوٹ پھوٹ جانے کا خطرہ۔ مگر جونہی روشنی آتی ہے ہر چیز کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ ہر چیز کے اصل مقام کا پتہ چل جاتا ہے۔ پھر چلنے پھرنے میں بالکل خطرہ نہیں رہتا۔ جَعَلْنَا لَهُ نُوْرًا يَّمْشِىْ بِهٖ فِى النَّاسِ (انعام ۱۲۲) یہ لوگ اسی مشعل کو لے کر دنیا میں چلتے پھرتے ہیں۔ بلاشبہ اس کائنات کا انسان جہل کی تاریکیوں میں گھرا ہوا تھا، اندھیروں میں بھٹک رہا تھا، قدم اٹھانا مشکل تھا۔ اگر روشنی نہ ہو صحیح راستے کے لئے رہنمائی اور ہدایت نہ ہو کھائی گڑھے اور غلط راستے پر جانے سے کوئی روکنے ٹوکنے والا نہ ہو۔ پر خطر مقامات سے خبردار کرنے والا کوئی نہ ہو تو منزلِ مقصود تک پہنچنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ تب بھٹکتی ہوئی انسانیت کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے نور یعنی روشنی عطا کی۔ قرآنِ پاک کی صورت میں۔ جب اللہ تعالیٰ نے کہہ دیا کہ یہ روشنی ہے اور اس کے ذریعے سے تم اپنے ہر قسم کے اندھیروں سے نجات حاصل کر سکتے ہو، تو شک و شبہے یا ابہام کی تو

کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ مگر یہ ہمیں کس طرح روشنی کی طرف لے جائے گا؟ کیا اسی طرح کہ یہ جزدان میں لپٹا گھر میں رکھا ہوا ہماری بغل میں ہو۔

ایسا نقشہ کیا راہنمائی کرے گا جو لپٹا ہوا جیب میں رکھا ہو یا وقتاً فوقتاً کبھی کبھار بے سوچے سمجھے دیکھ لیا جائے یا اس نقشے کی صحت پر یقین نہ ہو۔ خیال یہ ہو کہ کیا پتہ یہ راہنمائی کرے بھی یا نہ کرے' ایسے شخص کے لئے یہ روشنی بے فائدہ ہے۔ وہ اندھیروں میں بھٹکتا رہے گا وہ اس روشنی سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ نہ ہی کہیں اور سے اُسے نور مل سکتا ہے کیونکہ فرمانِ الٰہی ہے۔ ثُمَّ یَجْعَلَ اللّٰہُ لَہٗ نُوْرًا فَمَالَہٗ مِنْ نُوْرٍ (النّور: ۴۰) جسے وحیٔ خداوندی کا نور میسّر نہ ہو اسے کہیں سے بھی نور نہیں مل سکتا۔

ھدایت

جس کا مادہ (ہ۔ د۔ ی) ہے۔ ھدٰی کے بنیادی معنی نمایاں اور روشن ہونا ہے' دوسروں کے آگے آگے چلنا ہے' روشنی کی جلتی ہوئی مشعل دے کر ہدایات دینی بھی ضروری تھیں۔ لہٰذا کہا یہ کتاب۔ تَفْصِیْلَ کُلِّ شَیْءٍ وَّ ھُدًی وَّ رَحْمَۃً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۝ (یوسف: ۱۱۱) ہر چیز کی تفصیل بیان کرے گی اور یہ مومنوں کے لئے ہدایت و رحمت ہے۔ لہٰذا عَلٰی مَا ھَدٰىكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (البقرہ: ۱۸۵) اس احسان کی قدر و شکر کرو جو ہم نے تمہیں ہدایت بخشی ہے۔ وَ اللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَ ھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ ۝ (اور اللہ تو سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کرتا ہے)۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَۃَ بِالْھُدٰی...... (البقرہ: ۱۶) اور اس کے مقابلہ میں انسانوں کی تجویز کردہ رہنمائی تو ضلالت خریدنا ہے — سیدھی راہ یہی ہے۔ اس کے علاوہ ہر راستہ ٹیڑھا ہے۔ رسول بھی اسی ہدایت کو لے کر آئے مگر ان کے ذمّے اس ہدایت کو لوگوں تک پہنچانا تھا انہیں اس راستے پر چلا دینا نہیں تھا (البقرہ: ۲۷۲، قصص: ۵۶)۔ سیدھی راہ پر انسان بہ رضا و رغبت چل سکتا ہے زبردستی کسی کے چلانے پر نہیں چل سکتا کیونکہ دین میں اکراہ نہیں۔ خود اللہ تعالیٰ نے بھی زندگی کی راہوں کو روشن پیدا کیا ہے۔ انسان کو ان راہوں پر چلنے کے لئے مجبور پیدا نہیں کیا۔ اِنَّا ھَدَیْنٰہُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا ۝ (الدھر: ۳) اور اسے ہدایت کی راہ دکھائی اب چاہے شکر گزار بنے یا ناشکرا۔ بہرحال ہدایت اس امر کی شہادت ہے کہ یہ امر (حکم) نہیں۔ ہمارا بھی یہ قاعدہ ہے کہ ہم ہر راہ چلتے کو روک کر راستہ نہیں بتاتے۔ راستہ صرف اس کو بتایا جاتا ہے جو راستے کی مشکلات اور بھٹکنے کے اندیشے سے خود صحیح راستے کا متلاشی ہو۔

ویسے تو پورے کا پورا قرآن ہدایت ہے مگر ہدایت مختلف اشکال میں کلامِ پاک میں ۳۵۶ جگہ آیا ہے۔ جن

قوامیس میں اس کے دیگر معنی بھی ہیں. مثلاً دَلْ. دکھانے والا اور بتلانے والا، مرشد GUIDE، اشارہ SIGNAL، علامہ (علامت، نشان، انڈیکیشن وغیرہ وغیرہ۔

اب یہ ہدایات، ارشادات، تعلیمات، اشارات، علامات، دلالات، مخبرات اور انڈیکیشن وغیرہ ادویات پر بھی لکھی ہوئی ہوتی ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ درست لکھی ہوئی ہیں کیونکہ ماہرین نے تجربوں کے بعد یہ سب لکھا ہوا ہوتا ہے۔ حتّٰی کہ EXPIRE DATE بھی لکھی ہوتی ہے۔ ہمیں کوئی کتنا بھی لالچ دے ہم ایک زاید المیعاد انجکشن لگانے کو تیار نہیں ہوتے۔ شیر خوار بچے کو ہم اتنی ہی دوا استعمال کرائیں گے جتنی بوتل پر لکھی ہو۔ ہمارا اس پر ایمان کی حد تک یقین ہے کہ اگر ہم نے ان ہدایات کا خیال نہ کیا جو دوا پر لکھی ہیں. زاید المیعاد دوا استعمال کی. شیر خوار کو دوا کی زیادہ مقدار دی یا دوا کو بچوں کی پہنچ سے دُور نہ رکھا، تو اس کے نتائج اچھے نہیں نکلیں گے۔ لہٰذا ہم ان ہدایات پر برابر عمل کرتے ہیں۔ اور اگر دوا پر ہدایات انگریزی میں لکھی ہوں اور ہم انگریزی زبان نہیں جانتے، تو ہم کسی ایسے شخص کو تلاش کرتے ہیں جو انگریزی جانتا ہو اور ہمیں دوا کے استعمال کا طریقہ بتا دے۔ ہم ایسا کیوں کرتے ہیں؟ اس لئے کہ نقصان پہنچنے سے محفوظ رہیں۔ ماہرینِ ادویات کی ہدایات کا تو ہم اتنا خیال کرتے ہیں۔ مگر خالقِ کائنات نے جسے ہدایت کہا۔ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ۙ هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (النمل: ۲)۔ قرآن کریم سے ہدایت ملتی ہے۔ اس ہدایت کو تو ہم نے درخورِ اعتنا نہ سمجھا۔ حالانکہ فرمانِ الٰہی ہے کہ جس نے میرے کلام کو قابلِ توجہ نہ سمجھا اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَ نَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ؕ (الکہف: ۵۷)

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جس کو اس کے پروردگار کے کلام سے سمجھایا گیا اور اس نے اعراض برتا۔

اطبار کی ہدایات پر عمل نہ کرنے سے بعض اوقات وہ نتائج برآمد نہیں ہوتے جو ان کا وعدہ ہوتا ہے مگر ہم کوتاہی نہیں کرتے۔ جبکہ اللہ کے قول میں کبھی غلطی کا امکان نہیں ہوتا، کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ (الانعام: ۱۱۵)۔ پھر یہ بے یقینی کیوں؟ اللہ تعالیٰ کی بات تو اتنی سچ ہے کہ آگ میں انگلی ڈالو، تو جلے گی دوسرا کوئی نتیجہ نہیں۔ پھر ہم نے اللہ تعالیٰ کی ہدایات کے ساتھ جو رویّہ روا رکھا ہے۔ جزدان میں لپیٹ کر اگربتی اور لوبان کی دھونی دے رہے ہیں یا کبھی کبھار اٹھا کر بے سوچے سمجھے پڑھ لیتے ہیں۔ کیا اس سے ہمیں فائدہ پہنچ سکتا ہے، ہم منزلِ مقصود تک پہنچ سکتے ہیں؟ صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو

ہدایات ہم تک پہنچی ہیں ان کے ساتھ ہمارا جو برتاؤ ہے اس سے ہم تاریک وادی کو عبور نہیں کر سکتے۔ روشنی تک پہنچنا ناممکن ہے ہم یونہی بھٹکتے رہیں گے۔

انذار

اس کا مادہ ہے (ن ۔ ذ ۔ ر) کسی کو اس بات سے آگاہ (WARN) کرنا کہ جو کچھ تم کر رہے ہو اس کا نتیجہ تمہارے لئے نقصان اور تباہی کا موجب ہوگا۔ جہاں تک انسان کی طبیعی زندگی کا تعلق ہے وہ اپنے علم اور تجربے سے معلوم کر لیتا ہے کہ کونسی چیز اس کے لئے منفعت بخش اور کونسی ضرر رساں ہے۔ لیکن جہاں تک اس کی انسانی زندگی (یعنی انسانی ذات) کا تعلق ہے وہ اس بات کو از خود معلوم نہیں کر سکتا کہ کونسی چیز اس کی ذات کے لئے موجب تقویت ہے اور کونسی باعث ضعف و انتشار۔ یہ چیز اسے وحی کے ذریعے معلوم ہو سکتی ہے۔ اس اعتبار سے حضرات انبیاء کرام کو منذرین (آگاہ۔ خبردار کرنے والے) کہا گیا ہے اور ان کے اس فریضے کو انذار۔ فرمایا۔

وَ هٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَ بُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ (الاحقاف ؛ ۱۲)

یہ سچی کتاب جو عربی زبان میں ہے یہ انذار ہے ظالموں کے لئے اور بشارت ہے محسنین کے لئے۔

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَ لِيُنْذَرُوْا بِهٖ (ابراہیم ؛ ۵۲)

یہ قرآن ہے اس لئے کہ لوگوں کو خبردار کیا جائے۔

ہمارے ہاں انذار کا ترجمہ ڈرانا کرتے ہیں۔ جبکہ ڈرانے اور آگاہ یا خبردار کرنے میں فرق ہے۔ عرب ممالک میں جہاں کہیں غیر ملکیوں کے لئے (WARNING) یا (CAUTIONS) لکھا ہوتا ہے اس کے اوپر انذار یا انتباہ لکھا ہوتا ہے۔ انتباہ انباء۔ خبریں (NEWS) سے ہے یعنی خبرداری' وہاں قدم قدم پر ان چیزوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ مثلاً ایک وی سی آر پر یہ لکھا ہے۔

انذار
لمنع حدوث الحرائق او الصدمات الخطيره . لا تعرض هذا الجهاز للمطر او رطوبة .
WARNING
TO PREVENT FIRE OR SHOCK HAZARD DO NOT EXPOSE THIS EQUIPMENT TO RAIN OR MOISTURE.

اور ایک الیکٹرک مشین کے ساتھ یہ وارننگ درج ہے۔

WARNING	انذار
KEEP AWAY FROM HEAT ETC	ضعها بعيدا عن النيران الحرارة . الخ .

اور کپڑا دھونے کی مشین کے ساتھ یہ عبارت لکھی ہے

WARNING	انذار
ONLY FOR USE FOR DUAL VOLTAGE.	للاستعمال مع الفولتاج المزدوج فقط

<u>انتباہ</u> امامك شارع الرئيسي۔ چوکس رہیئے آگے مین روڈ ہے۔

<u>انذار</u> تحويل من هنا امامك جسر منقطع۔ خبردار، متبادل رستہ یہاں ہے آگے پُل شکستہ ہے۔

اب ایک انذار اللہ کا ہے اور ایک یہ ہے۔ اگر کوئی بیوی بچّوں کے ساتھ جا رہا ہو اور وہ اس انذار کو کو نظر انداز کر دے جو سُرخ رنگ سے نمایاں مقام پر لکھا ہے، تو نتیجہ تباہی ہے۔ عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ وارننگ پڑھی جائے اور متبادل راستہ اختیار کیا جائے تو نقصان سے بچا جا سکتا ہے۔ مشین کے ساتھ وارننگ

کو پڑھ کر اس پر عمل کیا جائے تو نقصان سے محفوظ رہا جا سکتا ہے۔

ہدایات کو مدنظر رکھ کر زندگی کا سفر اختیار کیا جائے تو بھٹکنے کا خطرہ نہیں رہتا۔ روشنی کی مشعل ہاتھ میں ہو تو خطرات پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ گڑھے میں گر کر ہلاکت سے بچایا جا سکتا ہے۔

انذار کا لفظ قرآنِ کریم میں مختلف مقامات پر مختلف اشکال میں ۱۲۴ جگہ آیا ہے۔ لہٰذا دانشمندی کا تقاضا یہ ہے ہمیں اسے خفیف نہیں سمجھنا چاہیئے۔ یہ ختمِ قرآن، یہ گھروں میں تلاوت، یہ مسجدوں میں بلا سوچے سمجھے تلاوت، یہ ہمیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ فائدہ تو اسی میں ہے کہ قرآنِ پاک پر عمل کیا جائے۔

گر تو می خواہی مسلمان زیستن
نیست ممکن جز بہ قرآن زیستن

عرب کی طویل زندگی میں صرف ایک بار قرآن پر صحیح عمل ہوتے دیکھا ہے۔ یہ کویت کا واقعہ ہے۔ کمپنی کے چیئرمین کے شیلف میں ہمیشہ گرد آلود قرآنِ پاک پڑا رہتا تھا۔ ایک دن چیئرمین کو قرآنِ کریم کو پڑھتے دیکھ کر تعجب ہوا۔ میں نے کہا آپ کے ہاتھ میں قرآن؟ میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں۔ کہا ضرورت پڑ گئی۔ آج تمہیں تو معلوم ہے فلپ اکونٹنٹ نوکری چھوڑ کر چلا گیا ہے۔ اخبار میں اشتہار دیا تھا۔ تین ہندوستانیوں کی درخواستیں آئی ہیں، دو پاکستانی، ایک لبنانی۔ ہندوستانی دو کرسچین ہیں ایک ہندو لبنانی مسیحی ہے اور پاکستانی مسلمان۔ میں حیران تھا کہ کس کو ملازم رکھوں کچھ سمجھ میں نہ آیا تو قرآن اٹھا لیا کہ یہ کیا مشورہ دیتا ہے۔ میں اکثر　　معاملات میں اس سے استفادہ کرتا ہوں پھر کوئی کامیابی ہوئی میں نے پوچھا؟ کہا۔ ہاں چند آئتیں ملی ہیں۔

(۱) کوئی مومن کسی غیر مسلم (کافر) کے ساتھ دوستی کے تعلقات نہیں رکھ سکتا جو ایسا کرے گا اس سے خدا کوئی واسطہ نہیں رہے گا۔ غیر مسلموں کی طرف سے تخریب سے بچنے کے لئے پوری پوری تدابیر کرنی چاہئیں۔
(آلِ عمران: ۲۷)

(۲) یہ تمہارے دشمن ہیں۔ (نساء: ۴۵)

حسین بھائی اکاؤنٹنٹ کے پاس تو تمام راز ہوتے ہیں حتیٰ کہ ٹینڈر بھی وہی بھرتا ہے تو کس طرح اس پر بھروسہ کریں۔ کیونکہ ربّنا یقول۔ پروردگار فرماتا ہے۔

(۳) تم اپنے سوا کسی کو اپنا راز دار مت بناؤ یہ تمہاری تخریب میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں گے، وہ تمہاری کامیابی سے ناخوش اور ناکامی سے خوش ہوتے ہیں ان کے سینوں میں تمہارے خلاف بغض کی آگ شعلہ زن ہے۔
(آلِ عمران: ۱۱۹—۱۱۷)

(۴) جو لوگ تمہارے دین کو مذاق سمجھیں ان سے دوستی اور تعلقات قائم مت کرو۔ (المائدہ: ۵۷)

س لئے میں نے سوچا ہے کہ پاکستانی کو اکاؤنٹنٹ رکھ لوں مسلمان تو ہے۔ ہمارے نقصان پہ رنجیدہ ہوگا اور رے پر خوش ہوگا۔

اکثر پڑھے لکھے عرب ہماری طرح قرآنِ پاک کی تلاوت نہیں کرتے۔ کسی خاص معاملے کے لئے قرآن کی طرف رجوع کرتے ہیں تاکہ فیصلہ کرنے میں غلطی نہ ہو۔ اور فرمانِ الٰہی ہے۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝

(المائدہ: ۴۴)

جو لوگ کتاب اللہ کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہ کافر ہیں۔

ناصح نے کہا مجھ سے یہ ازراہِ نصیحت
ٹوٹے ہوئے کتبوں کو ذرا غور سے پڑھ
تاریخ کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے کہ تو
عبرت کے لئے اپنی روایات کو پڑھ

ریاض راہی — لبنہ

ملک حنیف وجدانی

اکیسویں صدی کے تقاضے اور قرآن

نظریہ ، قانون سازی اور قوتِ نافذہ

قسط ۔ ۶

۷۔ دُولَۃً بَیْنَ الْاَغْنِیَا

طبقہ امراء میں دولت کی گردش شروع سے آج تک جاری ہے۔ قانون سازی بھی اسی طبقہ کے نمائندگان کے ہاتھ میں رہی ہے لہذا وہ ایسی قانون سازی کرتے رہے تاکہ اس میں آسانیاں پیدا ہوں اور اس طبقہ کے مفادات پر زد نہ پڑے۔ یہی وجہ ہے شروع سے آج تک غریبوں، مسکینوں، معذوروں، گداگروں کا طبقہ موجود رہا ہے جس کو کبھی خیرات، صدقات کے نام پر کچھ دے دیا جاتا ہے اور کبھی سوشل ویلفیئر کے نام پر۔ یہ نام اور ادارے بدلنے کے باوجود دولت کی گردش بدستور طبقۂ امراء میں زیادہ ہے اور اس کے لئے موجودہ بڑا جذبۂ محرکہ اعلیٰ تعلیم بن گئی ہے۔ غریبوں کے بچے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی سہولتوں سے محروم ہیں۔ وہ تمام عمر اعلیٰ تعلیم کے دروازے بند پاتے ہیں اور زیادہ تر سپاہی، کلرک یا استاد تک پہنچ پاتے ہیں اور بس!

فکرِ انسانی نے مختلف ادوار میں اس بارے میں قانون سازی کی ہے۔

(۱) "افلاطون نے اپنی مثالی ریاست میں معاشرے کو مختلف طبقات میں تقسیم کیا تھا جس میں ایک طبقہ غلاموں کا بھی تھا۔" (انسان نے کیا سوچا، صفحہ ۲۶۸)

(۲) ارسطو "مشترکہ ملکیت میں کم از کم چیزیں رکھنی چاہئیں اور زیادہ سے زیادہ چیزیں افراد کی ذاتی ملکیت میں رہنی چاہئیں۔" (ایضاً صفحہ ۲۷۰)

(۳) رومن تہذیب میں دولت کی فراوانی اور غلاموں کی کثرت تھی۔" (ایضاً صفحہ ۲۷۰)

(۴) ہندوستان میں اچھوت کا درجہ سب سے گھٹیا شمار کیا جاتا تھا جو آج تک بشدت برقرار ہے اور اب تو

وہ اپنے سب سے بڑے نمائشی محسن گاندھی جی کو گالیاں دینے پر مجبور ہیں۔" (تازہ خبر، بی بی سی، ۱۵ مارچ ۱۹۹۴ء)

(۵) فرانس کے مفکرین نے کہا۔

"حکومت کا فریضہ اتنا رہ جاتا ہے کہ فرد کی جان، آزادی اور املاک کی حفاظت کرے۔"

(انسان نے کیا سوچا ص ۲۷۲)

(۶) جدید پیداواری نظریہ میں آدم سمتھ کا مقام بہت اونچا ہے کہ

"دولت کی اصل محنت (LABOUR) ہے۔ لہٰذا دولت کا سرچشمہ زمین نہیں بلکہ صنعت کاری ہے۔" (ایضاً، ۲۷۷)

بیسویں صدی کی دوسری دہائی میں روس کی کمیونزم نے سر اٹھایا اور غربت کو ختم کرنے کا وہ بلند بانگ دعویٰ کیا کہ ساری دنیا کے غریب اس کی طرف دیکھنے لگے۔ لیکن آخر ۱۹۹۳ء میں ان کے معاشی نظریات کی بلند و بالا عمارت زمین بوس ہو گئی۔ اگرچہ اس میں ان کی توسیع پسندانہ فوجی حکمت عملی کی غلطیاں بھی تھیں۔ لیکن یہ نظامِ فکر بنیادی طور پر انسانی تخلیق کے تقاضوں کے خلاف یعنی صرف حیوانی سطح زندگی والا تھا جس میں انسانی انا، روح، خودی کو ایک مستقل حیثیت حاصل نہ تھی۔ لہٰذا اخلاقی اقدار بے معنی سی شے بنا دی گئیں اور یہ نظام اکیسویں صدی نہ دیکھ سکا۔ اس سے ملتا جلتا نظام ۱۹۴۹ء سے چین میں موجود ہے۔ دیکھئے! اہلِ چین اس آنے والی اکیسویں صدی کا استقبال کیسے کرتے ہیں۔ اگر کوئی مسلمان مفکر قرآن کا خالص پیغام اہلِ چین تک پہنچا دے تو یہ اس کا بڑا کارنامہ ہوگا۔ آیئے اب اس نقطۂ نظر سے قرآنِ کریم کا وہ کُلّی معاشی نظام سامنے لاتے ہیں جو دولت کی گردش کو طبقۂ امراء سے روکتا ہے۔ نیز ہم اس نظریہ پر کیسے قانون سازی کر سکتے ہیں۔ یہ ماہرینِ قانون کے لئے اہم نکتہ ہے۔

۱۔ دینے کا حق

قرآنی معاشرے میں افرادِ معاشرہ جو کچھ دیتے ہیں وہ حق جان کر دیتے ہیں اور لینے والے حق جان کر لیتے ہیں۔ اس میں گداگری، محتاجی، مسکینی و معذوری کے پہلو کی زیادہ اہمیت نہیں بلکہ حق کی اہمیت ہے۔ اب تفاصیل ملاحظہ ہوں۔

★ وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ (۶/۱۴۱)

اور کھیتی کاٹتے وقت ان کو ان کا حق دو۔

* وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ (۱۷/۲۶؛ ۳۰/۳۸)

قربت داروں، مسکینوں اور مسافروں کو ان کا حق دو۔

* وَ فِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَ الْمَحْرُوْمِ (۵۱/۱۹؛ ۷۰/۲۴-۲۵)

اور ان کے اموال میں سائل اور محروم کا حق ہے۔

* طلاق والیوں کو جو کچھ دیا جائے گا وہ بھی بطور استحقاق ہوگا۔

وَ مَتِّعُوْهُنَّ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَ عَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِیْنَ (۲/۲۳۶)

اس بیان کا دوسری جگہ تکرار یوں ہے۔

وَ لِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِیْنَ (۲/۲۴۱)

* اور وصیت میں دینے کا یہ حق جائز سے کچھ زیادہ اہم کرکے فرض قرار دیا گیا۔

كُتِبَ عَلَیْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَیْرَ اِ الْوَصِیَّةُ لِلْوَالِدَیْنِ وَ الْاَقْرَبِیْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِیْنَ (۲/۱۸۰)

یہ دینے کے حق کا تذکرہ تھا۔ اب اس حق کو رزق سے انفاق میں دیکھئے۔

رزق سے انفاق

...... وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ (۲/۳؛ ۲۸/۵۴؛ ۳۲/۱۶؛ ۴۲/۳۸)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ (۲/۲۵۴؛ ۸/۳؛ ۳۵/۲۹)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَ مِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ...... (۲/۲۶۷)

یہاں انفاقِ رزق کی کوئی حد فرض نہیں کی گئی۔ دینا فرض اور حق ہے۔ ضرور دیا جائے۔ اس سے رزق کا تکاثر نہ ہوگا۔ بلکہ ضرورت مندوں کے لئے رزق، روشنی، ہوا اور پانی کی طرح عام کرنا مقصود ہے اور بس! یہی راستہ (صراطِ مستقیم) نظامِ ربوبیت کی طرف لے جاتا ہے۔

مال سے انفاق

رزق کے بعد مال سے انفاق کا ذکرِ خیر یوں ملتا ہے۔

- اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ (۲/۲۶۲ ؛ ۲۲/۲۳)
- اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ بِالَّیْلِ وَ النَّھَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ (۲/۲۷۴ ؛ ۱۳/۲۲ ؛ ۱۴/۳۱)
- لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (۳/۹۲ ؛ ۹/۲۰ ؛ ۹/۹۹)
- ھٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہ (۴۷/۳۸ ؛ ۵۷/۱۰)
- وَ لِذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰکِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً ۢ بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ (۵۹/۷)

جب معاشرے کے تمام معزز قربت دار، یتیم، مسکین اور مسافر اس طرح اپنا حق لیتے رہیں تو یقیناً ایسی صورت حال پیدا نہیں ہوگی کہ دولت صرف اغنیاء میں گردش کرے۔ رزق کی طرح مال و دولت کو بھی روشنی ہوا اور پانی کی طرح ہر حقدار تک جانا چاہیئے۔ جس نظام میں افرادِ معاشرہ یہ کچھ بطیبِ خاطر کریں اسے نظامِ ربوبیت کہا جاتا ہے۔

ضرورت سے زائد دینے کا دَور

حضور نبی معزز و مکرم جناب محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ سعادت مآب میں یہ مواقع آئے جب جنگ یا عسرت معاشرہ کے دَور میں آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو ضرورت سے زائد دینے کے لئے اکسایا تو وہ اس معیار پر پورے اُترے بلکہ کئی اصحاب نے تو سب کچھ دے دیا جن میں جناب ابوبکر صدّیقؓ کا اسمِ گرامی نمایاں ترین تھا۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا۔

پروانے کو چراغ ہے بُلبُل کو پھُول بس!
صدیقؓ کے لئے ہے خدا کا رسول بس!

سب کچھ دے کر کہا کہ میرے لئے اللہ اور اللہ کا رسولؐ کافی ہیں۔

اب آپ وہ آیاتِ کریمہ ملاحظہ فرمائیں جو ضرورت سے زائد دینے کے لئے تسکین و اطمینان کا باعث بنتی ہیں۔

وَیَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ ط قُلِ الْعَفْوَ ط کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّکُمْ تَتَفَکَّرُوْنَ (۲/۲۱۹)

اور تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ کتنا خرچ کریں۔ ان سے کہہ دو کہ ضرورت سے زائد سارا۔ اس طرح اللہ

اپنی آیات بیان کرتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو۔

اس آیت میں "تَتَفَكَّرُوْنَ" کا لفظ بڑا ہی اہم ہے۔ جو ضرورت سے زائد دینے پر غور و فکر کی دعوت دیتا ہے ظاہر ہے کہ دولت سے محبت رکھنے والے اس پر کب جلد آمادہ ہو سکتے ہیں۔ ان کی ذہنیت کا ذکر دوسری جگہ ہے۔

خُذِ الْعَفْوَ وَ أْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ (۷/۹۹)

ان سے ضرورت سے زائد مال لے لو اور اس کی حقیقتِ امری ان پر واضح کر دو۔
جاہل بحث مباحثہ کرنے والے جو ضرورت سے زائد نہیں دینا چاہتے ان سے اعراض برتو کہ وہ وقت ضائع کرائیں گے۔ ان سے الجھو نہیں۔

آپ اندازہ فرمائیں! کہ پہلے "تَتَفَكَّرُوْنَ" کہا گیا۔ جو اس پر غور و فکر کرکے ضرورت سے زائد مال نہیں دینا چاہتے ان کو "جَاهِلِيْنَ" کا خطاب دیا گیا ہے۔ عصرِ حاضر کے ابوجہل وہی ہیں جو نظامِ خداوندی، نظامِ مصطفٰی، نظامِ اسلام وغیرہ نعرے تو لگاتے ہیں۔ لیکن جب ضرورت سے زائد دینے کا نام سامنے آئے تو اسلام پر کمیونزم کا لیبل لگا دیتے ہیں اور دورِ صحابہؓ کے حضرت ابوذر غفاریؓ کو بھول جاتے ہیں۔ جنہوں نے اپنے وقت میں سرمایہ داری کے خلاف زبردست آواز بلند کی تھی۔

اب ایک اور آیت کریمہ ملاحظہ ہو۔

وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (۵۹/۹)

وہ دوسروں کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر ترجیح دیتے ہیں خواہ خود انہیں تنگی ہی کیوں نہ برداشت کرنی پڑے۔

اس میں ضرورت سے زائد نہیں بلکہ عین ضرورت تک قربان کردینے کا تاثر موجود ہے۔ ماشاءاللہ۔

جذبۂ محرکہ

اس کا جذبۂ محرکہ قرآنی تہذیب کے علاوہ کسی کے پاس نہیں۔ اس کی بنیاد "اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ" کے اس فلسفۂ زندگی پر ہے کہ انسان کو جسم کے علاوہ انا، روح، خودی، انسانی ذات بھی دی گئی ہے۔ جسم کی پرورش خود کھانے اور لینے میں ہے۔ جبکہ انسانی ذات کی نشو و نما دوسروں کو کھلانے اور دینے میں ہے۔ یہی جذبہ محرکہ نظامِ ربوبیت کی پہلی اینٹ اور حیاتِ آخرت کا ایمانی نقطۂ ماسکہ ہے۔ یہ ہے ضرورت سے زائد دیکر "دولۃ بین الاغنیاء" کی گردش کو ختم کردینے کا واحد حل جو قرآنِ کریم پیش کرتا ہے اور اس کے

بغیر اس کا کوئی دوسرا حل کسی ملک و قوم کے پاس نہیں ہے۔ اب عصرِ حاضر کی سرمایہ داری اور جاگیرداری کے وہ عوامل سامنے لائیے جو دولت کو امیروں کے طبقہ میں گردش دلا رہے ہیں۔ ہاں نظامِ ربوبیت میں ان کا خاتمہ ہو جائے گا۔

۱۔ زمین کی انفرادی ملکیت میں انگریز کی بخشی ہوئی جاگیروں والے جاگیردار برلبِ سڑک قطعاتِ اراضی من مانی قیمت پر فروخت کر رہے ہیں۔ برلبِ سڑک بڑے بڑے پلازے نظامِ کرایہ داری (سودی نظام) کے ستون ہیں۔ یہ ارتکازِ دولت کا بڑا ذریعہ ہیں اور نظامِ کرایہ داری ہی موجودہ عالمی گرانی کا سب سے بڑا ذمہ دار ہے۔ کرایہ بڑھنے کے ساتھ ساتھ چیزیں مہنگی ہوتی جاتی ہیں۔ جب "اَلْاَرْضُ لِلّٰهِ" کا دَور آئے گا تو نظامِ کرایہ داری کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔

۲۔ جو مسلمان ضرورت سے زائد نہیں دینا چاہتے وہ اپنا فالتو سرمایہ بنک میں رکھتے ہیں اور بنک سے مضاربت یا نفع کے نام پر سود کو جائز کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

۳۔ صنعتی دور میں ضرورت سے زائد دے کر صنعتی ترقی نہیں کی جا سکتی۔ یہ وہ بہانہ ہے جو موجودہ دور میں عام ہے۔ پرائیویٹائزیشن کا ہوّا کچھ زیادہ ہی مؤثر بن رہا ہے۔ اگر اس کی گہرائی میں جائیے کہ صنعتی کارخانے کیوں بیچے گئے۔ تو جواب ملتا ہے کہ انچارج آفیسر اور عملہ بددیانت تھا، کام نہیں کرتا تھا، گھاٹا دکھاتا تھا اور خزانہ سے امداد دینا پڑتی تھی، یہ سفید ہاتھی قوم کو کھا گئے تھے، ان سے جان چھڑانا مشکل تھا۔ بھائیو! آپ نے ان کو بددیانتی کی کیا سزا دی ہے۔ وہ تو اب بھی کسی عہدے پر ہوں گے۔ لہٰذا یہاں بددیانتی کا احتساب ضروری تھا نہ کہ پرائیویٹائزیشن! بہرحال! اکیسویں صدی کا ایک اہم بڑا تقاضا یہی ہے کہ دولت کو طبقۂ امراء کی گردش سے نکال کر کیسے غریبوں، یتیموں، مسکینوں، محتاجوں، معذوروں کی دادرسی کی جائے۔

○○○○○

حقائق وعبر

ہم نے جو طرزِ فغاں کی ہے قفس میں ایجاد
فیض گلشن میں وہی طرزِ بیاں ٹھہری ہے

پندرہ روزہ حق و باطل' حیدرآباد (بھارت) سے ایک اقتباس بلاتبصرہ پیش کیا جارہا ہے۔

"یہ مسلمانوں کی انتہائی محرومی ہے کہ ان کے "عالم" ہی سب سے بڑھ کر جاہل وگمراہ ہیں اور قوم کو راہ دکھلانے کی بجائے اس کی آنکھوں میں دھول جھونکنے اور اسے تباہی و بربادی کے اندھیرے غاروں میں دھکیلنے کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ اور جب کسی قوم کے رہبر ہی رہزن بن جائیں اور اس کے علماء ہی بدترین جاہل وگمراہ ہوں تو ظاہر ہے کہ قوم و ملت کی تباہی اور ہلاکت و رسوائی میں شک وشبہ باقی نہیں رہ جاتا۔

اسی لئے علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان کے لئے فرض قرار دیا گیا ہے۔ علمِ دین (اللہ کی کتاب) کو جانے بغیر کوئی شخص بھی حق اور سچائی کو نہیں پا سکتا۔ نہ ضلالت و گمراہی سے بچ سکتا ہے۔ اسی کی بدولت ہدایت و سلامتی کی راہ معلوم کی جاسکتی ہے اپنی حیثیت و مقام کو پہچانا جاسکتا اور اپنے فرائض و ذمہ داریوں کو محسوس کیا جاسکتا ہے۔ اللہ کے عطاکردہ علم (کتابِ الٰہی) کے بغیر انسانیت و شرافت' تہذیب و اخلاق' عزت و سربلندی ممکن نہیں۔ نہ حق و باطل' جائز و ناجائز' حلال وحرام اور اچھے و بُرے میں تمیز کی جاسکتی ہے۔

لیکن افسوس کہ علمِ دین کے حصول کے بجائے اور اللہ کی کتاب کو جانے یا سمجھے بغیر مسلمانوں نے آنکھ بند کرکے غلامی (تقلید) کا پٹہ اور طوق اپنے گلے میں ڈال لیا اور اس کی نکیل اپنے نام نہاد "علماء" کے ہاتھوں میں تھما دی جو انہیں اپنے ذاتی مفادات' جذبات و خواہشات کے مطابق جدھر چاہتے ہیں لئے لئے پھر رہے ہیں۔ ان کا مکمل استحصال کئے

جارہے ہیں لیکن بیچارے مسلمان جوکہ اس ملّت کے مقدر کا جگمگاتا ستارہ ہیں، آج اندھے اور بہرے بن کر اپنے ان جاہل علمائے روایات کا آلۂ کار بنے ہوئے ہیں جبکہ یہ روایت گزیدہ علماء اور بدعقل مُلّا ان کے بدترین دشمن ہیں اور انہیں اپنے خونخوار پنجوں میں دبوچے ہوئے عذاب واذیت سے دوچار کئے جارہے ہیں۔

حالانکہ رسولِ اکرمؐ کی بعثت کا مقصد یہ بتایا گیا ہے کہ:

وَ يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ (اعراف: ۱۵۷)

یعنی" ان کے گلوں میں جو غلط عقیدوں کے طوق اور تقلید کے پھندے پڑے ہیں انہیں ان کی گردنوں سے اتار پھینکے اور انہیں اس بوجھ سے آزادی دلائے۔" پھر آگے اسی آیت میں یہ بھی بتایا جارہا ہے کہ آپؐ کے ذریعہ جو نور (قرآن) بھیجا گیا ہے صرف اسی کی پیروی کی جائے اور اس نور (قرآن) کو پیش کرنے والے کی حمایت ونصرت کی جائے۔ (اعراف: ۱۵۷)

اللہ ربّ العزت نے اپنا دین کتاب کی صورت میں اس لئے نازل فرمایا اور اس کی حفاظت کا خود ذمہ لیا ہے کہ قیامت تک اس کے ماننے اور اس پر چلنے والے یعنی مومن و مسلم، دنیا و آخرت میں عزت وسربلندی حاصل کریں اور علماء پر یہ ذمہ داری ڈال دی کہ وہ اسی دین (کتابِ الٰہی) پر خود بھی سختی سے عمل کریں اور دوسروں کو بھی اسی کی دعوت وتعلیم دیں۔ کتابِ الٰہی کے سوا جو لوگ دوسری باتوں اور کتابوں کی پیروی کریں انہیں ذلت و خواری اور مصائب وآلام کے عذابوں سے ڈرایا گیا ہے اور انہیں ضلالت وگمراہی میں مبتلا قرار دیا گیا ہے۔ علماء پر فرض قرار دیا گیا ہے کہ وہ لوگوں کو تمام غیراللہ باتوں، طریقوں اور نظام قوانین کی خرافات سے بچائیں تاکہ وہ ذلت وآلام اور ضلالت وگمراہی سے دوچار نہ ہوں اور اللہ کی کتابِ ہدایت (قرآن) پر چل کر صراطِ مستقیم پر قائم رہیں۔

لیکن افسوس کہ اسلام کے دشمنوں اور امتِ مسلمہ کے بدخواہوں نے نام نہاد علماء کا روپ دھار کر مسلمانوں کو قرآن (اللہ کے دینِ خالص سے) ہٹا دیا اور انہیں من گھڑت حدیثوں، روایتوں، فرضی قصوں اور لوگوں کی رائے خیال اور اقوال ونظریئے کے چکر میں ایسا پھنسا دیا کہ وہ انہی بھول بھلیوں میں بھٹک کر رہ گئے۔ انہیں گمراہی میں اس قدر مشغول ومنہمک اور غافل وبدہوش کر دیا گیا کہ اب وہ اللہ کے دین (کتابِ الٰہی) کو سمجھنا ہی نہیں چاہتے بلکہ اس کے مدِمقابل اپنے علماء ومشائخ کے گڑھے ہوئے مذہب ومسلک کی نہ صرف غلامی و

پابندی میں پھنسے ہوئے ہیں بلکہ اسی کی وکالت و پشت پناہی کرتے اور اسی کو حق ثابت کرنے پر اپنی صلاحیتیں اور توانائیاں کھپا رہے ہیں۔

جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ آج مسلمان دنیا بھر میں ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔ تباہی و بربادی ان کا مقدر بن چکی ہے۔ فتنہ و فساد سے دوچار اور ظلم و تشدد کا شکار ہیں اور درد و الم، خوف و مصیبت، افلاس و محتاجی کے جہنم میں پڑے جُھلس رہے ہیں۔

مسئلۂ جن

بلاغ القرآن بابت اپریل ۱۹۹۴ء سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

● "واضح رہے کہ ترقی یافتہ ممالک میں جن نامی کسی مخلوق کا وجود تسلیم نہیں کیا جاتا! البتہ پسماندہ ممالک، خصوصاً پاک و ہند میں یہ مانا گیا ہے کہ ایک نہ دکھائی دینے والی مخلوق ہمارے اردگرد موجود ہے جس کی خوراک ہڈیاں، کوئلے، لید اور گوبر ہے۔ جب کوئی نوجوان لڑکی ان کے باورچی خانے میں ٹٹی یا پیشاب کرنے کی تیاری کر رہی ہوتی ہے تو اس وقت تو وہ لوگ اسے منع نہیں کرتے کہ بی بی! یہ ہمارا باورچی خانہ ہے، مگر جب وہ ٹٹی پیشاب کر دیتی ہے تو پھر اُن میں سے کوئی جن اسے چمٹ جاتا ہے۔ وہ دھڑام سے گر پڑتی ہے اور اوٹ پٹانگ باتیں کرنا شروع کر دیتی ہے۔ پھر یہ ہوتا ہے کہ جن نکالنے والے مولوی اور پیر صاحبان کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں۔ مگر جب وہ حضرات اس لڑکی کو بلاتے ہیں تو عوامی تصور یہ ہے کہ اس وقت ان سے یہ لڑکی نہیں بول رہی ہوتی، بلکہ اس کے بجائے کوئی بوٹے خاں، الیکھ رام یا پرتاب سنگھ نامی جن بول رہا ہوتا ہے۔ جب پیر صاحب اسے کہتے ہیں کہ تُو اس لڑکی کو چھوڑ کر چلا جا، تو وہ یہ شرط پیش کرتا ہے کہ اس لڑکی کی شادی جب تک فلاں نوجوان سے نہ کر دو گے، میں اس وقت تک نہیں جاؤں گا۔

● ایسی بیوقوف مخلوق جب کہ کوئی انسان ان کے باورچی خانے میں پیشاب کرنے لگتا ہے تو اس وقت تو اسے منع نہیں کرتے اور جب کر لیتا ہے تو اسے چمٹ جاتے ہیں۔ معاذ اللہ! استغفر اللہ! کیا یہ حماقت کی انتہا نہیں؟

پھر یہ کہ

● بعض پیر حضرات یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے قبضہ میں جن ہے اور چونکہ عوامی تصور کے

مطابق جنوں کو غیب دان مانا گیا ہے۔ اس لیے جن پر قابض پیر صاحب ہر جمعرات کو اپنے مقبوضہ جن کو اپنے اندر حاضر کرتے ہیں اور سادہ لوح جاہل عوام کو غیب کی خبریں بتانے کا کاروبار شروع کر دیتے ہیں کہ چوری کرنے والی خود تمہاری بہو ہے۔ اگر کوئی آدمی لمبا بیمار ہو تو اسے بتاتے ہیں کہ تجھے تیری نہ ہونے والی ساس نے کچا ماس کھلا دیا ہے یا تیری چچی یا تائی نے تجھے تعویذ ڈالے ہوئے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

- مذکورہ جنوں کے متعلق بتایا گیا ہے کہ ان میں سے جو کوئی سرکشی کرتا یعنی جو بغاوت پھیلاتا اسے دردناک عذاب کا مزہ چکھایا جاتا۔ سورہ صؔ میں اس عذاب کی یہ تفصیل بتائی گئی ہے۔ وَ اٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ (۳۸/۳۸) اور ان میں سے دوسرے (یعنی سرکش اور باغی جن زنجیروں میں جکڑے رہتے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جن نہ فوراً غائب ہو سکتے ہیں اور نہ شکل بدل سکتے ہیں۔ کیونکہ صاف ظاہر ہے کہ جن مذکورہ بالا اوصاف کے حامل ہوں تو کس طرح زنجیروں میں جکڑے رہ سکتے تھے ورنہ فوراً غائب ہو جاتے اور یا مکھی مچھر بن کر زنجیروں میں سے نکل جاتے۔

- سورۃ سبا ہی میں آیا ہے کہ

جب سلیمانؑ فوت ہو گئے تو آپ کی وفات کی خبر کو سیاسی ضروریات کے مطابق کچھ عرصہ کے لئے پوشیدہ رکھا گیا تو جب ان جنوں کو آپ کی وفات کی خبر ہوئی زنجیروں میں جکڑے ہوئے جنوں کے متعلق ارشاد ہوا ہے۔ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ (۳۴/۱۴) اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو رسوا کن عذاب میں نہ رہتے۔ یعنی سلیمانؑ کی اچانک وفات کی بدولت جب ابھی حکومت کی گرفت ڈھیلی تھی تو قیدی جنوں کے ساتھی ملک کے سرکش عناصر کے ساتھ مل کر بغاوت کرا دیتے اور اپنے ساتھیوں کو آزاد کرا لیتے بس۔

دیہات کے رہنے والے جنّ

- جس طرح سانپ کی اس صورت کی رُو سے کہ وہ ظاہر ہوتا ہے اور چھپ جاتا ہے، اسے "جآنّ" کہا جاتا ہے اسی طرح عربوں کے ہاں دیہاتیوں کو بھی اسی مادہ جنن سے لفظ جنّ کے ساتھ ظاہر کیا جاتا ہے۔ چونکہ صحرائی اور بدوی لوگوں کی حالت بھی یہ تھی کہ شہروں میں

گاہے گاہے دکھائی دیتے تھے اور سودا سلف خرید کر غائب ہو جاتے تھے۔ زمانہ نزولِ قرآن میں موجودہ زمانے جیسے ذرائع رسل و رسائل موجود نہ تھے کہ دیہاتی لوگ روزانہ شہروں میں پائے جاتے بلکہ وہ کبھی کبھار آتے اور چلے جاتے تھے۔ ظاہر ہوتے اور چھپ جاتے تھے، یعنی شہر میں آئے تو ظاہر ہوئے چلے گئے تو پوشیدہ ہو گئے۔ اس لئے انہیں بھی اسی مادہ جنن سے جن کہا جاتا ہے۔

طلوعِ اسلام

یہاں تک پہنچے، یہاں تک تو آئے۔

مذہب ترقی کی راہ پر

کیا آپ یقین کریں گے کہ گلبرگ مین مارکیٹ کی مسجد میں ایک ایسا بورڈ لگا ہے جس پر لکھا ہے "سرخ بتی جلنے کے دوران نماز پڑھنا مکروہ ہے۔" ملک میں لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے یہ بلب کبھی کبھی آن بھی رہ جاتا ہے۔

سائنسی ایجادات اور مذہب

آج کل مساجد میں بعد نمازِ عشاء، وعظ کا رواج ہے۔ لیکن مہینے میں ایک رات کہیں ہفتے میں ایک رات یہ وعظ لوڈ اسپیکر کے ذریعے ہوتا ہے۔ مسجد کے قریب رہنے والے عاجز آجاتے ہیں۔ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی۔ اس طرح کی ایک مسجد میں محلے والے گئے تاکہ مولوی صاحب کو کہیں کہ رات کے گیارہ بج گئے ہیں، خود بھی سوئیے اور ہمیں بھی آرام کرنے دیجئے آخر صبح ہمیں کام پر بھی جانا ہوتا ہے۔ مسجد میں جاکر دیکھا تو نہ بندہ نہ بندے دی ذات۔ مولانا کے غرفے میں جاکر دیکھا تو مولانا پڑے خراٹے لے رہے تھے اور ٹیپ ریکارڈر چل رہا تھا۔ سامنے مائیکروفون رکھا تھا۔

بعد میں ایک شاگرد سے پتہ چلا کہ مولانا فجر کی اذان کے لئے بھی ٹیپ ریکارڈر استعمال کرتے ہیں۔ حالانکہ ابتداء میں دیوبند نے سپیکر کو حرام قرار دیا تھا۔ بعد میں یہ حلال ہوا۔ اب جس طرح یہ استعمال ہو رہا ہے اسے پھر حرام قرار دیا گیا۔ مثلاً فرقہ اہل حدیث کے سنجیدہ ترجمان ہفت روزہ الاعتصام کے ۲۷ جولائی ۱۹۹۰ء

ے شمارے کا اداریہ لاؤڈ اسپیکر پر پابندی لگانے کے لئے وقف کیا گیا ہے جس میں لاؤڈ اسپیکر کے خلاف ور باتوں کے علاوہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ

موجودہ دور میں لاؤڈ اسپیکر آواز دور پہنچانے کا ذریعہ ہے اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں بشرطیکہ اس سے کوئی شرعی قباحت پیدا نہ کی جائے۔ مثلاً لاؤڈ اسپیکر کی آواز اتنی اونچی رکھی جائے کہ قرب وجوار کے مریضوں کو تکلیف ہو گھروں میں نفلی عبادات اور عورتوں کی عبادت میں اس سے خلل پڑے اور لوگوں کی نیندیں اچاٹ ہو جائیں۔ یا تفریق وانتشار کے بیج اس کے ذریعے سے بوئے جائیں اور مسلمانوں کو باہم ایک دوسرے سے لڑایا جائے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس قسم کی صورتوں میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال شرعاً صحیح نہیں اور جائز نہیں ہوگا کیونکہ اس آلہ مکبر الصوت کا یہ استعمال نصوص شرعیہ سے متصادم ہے۔

قرآنی حقائق کو سمجھنے کے لئے

ماھنامہ

طلوعِ اسلام

خود پڑھیے

دوسروں کو پڑھنے کے لئے پیش کیجئے

لکچرِ اسلام

وہ رہبرِ باکمال نگارش و خطابت میں بیمثال
آہنگ ـــــ میں یکتا صفت سورۂ رحمان

قارئینِ کرام طلوعِ اسلام کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ ہمارے ابطال و زعماء تاریخ کے اندھیروں میں گم نہ ہونے پائیں۔ ؎ کبھی چھوڑی ہوئی منزل بھی یاد آتی ہے راہی کو

اور پھر سر سیّد احمد خاں تو طائرانِ پیش رس میں سے تھے۔ اگر ایک صدی قبل صبحِ امید کا یہ ستارہ ہمارے آسمانِ تقدیر پر نمودار ہو کر ضیاء پاشی نہ کرتا اور یہ بانگِ رحیل ہمیں آمادۂ سفر نہ کرتی تو متحدہ ہندوستان کی تاریخ میں ہماری موت کا مرثیہ لکھا جا چکا ہوتا۔ محترم سر سیّد احمد خاں اپنی زندگی میں پنجاب آتے تھے۔ یہاں لاہور میں آپ نے قوم سے خطاب فرمایا تھا۔ جو انہی دنوں احاطۂ تحریر میں لایا گیا تھا۔ یہ ہماری خوش بختی ہے کہ اس کا ایک نادر نسخہ محترم اعزاز الدین احمد خاں صاحب کے توسط سے ہمیں ملا جو آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔

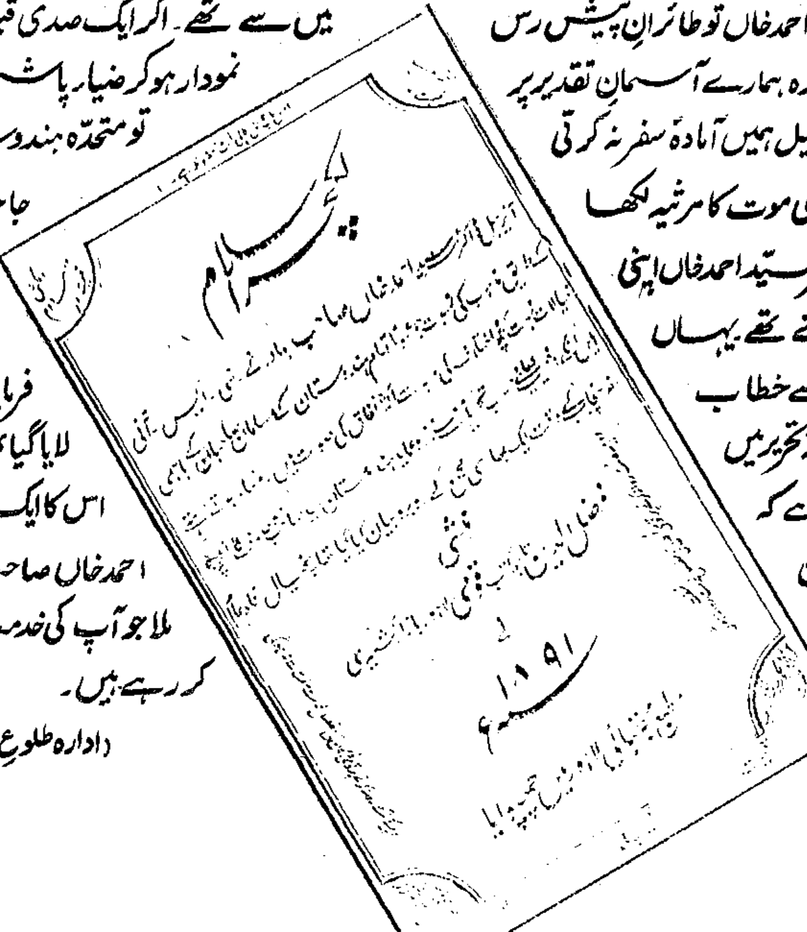

(ادارہ طلوعِ اسلام)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اے برادرانِ دینی،

آپ جو اس وقت اِس غرض سے تشریف لائے ہیں کہ مذہب اسلام کے متعلق جو میرے خیالات ہیں وہ میں آپ کے سامنے بیان کروں۔ اس کے لئے میں آپ کا شکر کرتا ہوں۔ جو احباب میرے خیالات کے سننے کے مشتاق ہیں مجھے ان کے سامنے اپنے خیالات کے بیان کرنے میں کچھ عذر نہیں۔ مگر قبل اس کے کہ میں ان کو بیان کروں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میں ایک جاہل آدمی ہوں نہ مولوی ہوں نہ مفتی اور نہ قاضی اور نہ واعظ۔ نہ میری یہ خواہش ہے کہ کوئی شخص گو وہ میرا کیسا ہی دوست ہو میرے خیالات کی پیروی کرے۔ میں رسولوں کے سوا کسی شخص کا ایسا منصب نہیں سمجھتا کہ (اُن باتوں میں جو خدا اور بندوں کے درمیان دلی اور روحانی امور سے متعلق ہیں اور جس کو مذہب کہتے ہیں) وہ یہ خواہش کرے کہ لوگ اُس کی پیروی کریں۔ یہ منصب رسولوں کا تھا اور آخر کو جناب رسولِ خدا محمدؐ مصطفےٰ صلعم پر جن کا ازلی مذہب خدا ابدالآباد تک قائم رکھے اور ضرور قائم رکھے گا۔ کیونکہ جیسا وہ ازلی ہے ابدی بھی ہے ختم ہوگیا (چیز)۔ لیکن میں اپنے خیالات جو کچھ بیان کروں گا پہلے ان کا منشا ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ میرے خیال میں یہ بات ہے کہ دنیا میں جب سے وہ آباد ہوئی اور جب سے کہ خدا نے انبیاء و رسل کے مبعوث کرنے کا سلسلہ قائم کیا۔ اس وقت سے آجتک دنیا میں دو قسم کے لوگ ہوتے رہے ہیں اور اس زمانہ میں بھی موجود ہیں۔ ایک وہ جن کی نسبت خدا نے فرمایا کہ

وَ اللّٰہُ یَھۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ۔ اِنَّکَ لَا تَھۡدِیۡ
مَنۡ اَحۡبَبۡتَ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ یَھۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفۡسَکَ
اَلَّا یَکُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِیۡنَ ۝

جس کو میں چاہتا ہوں ہدایت کرتا ہوں۔ دوسرے وہ جن کی نسبت اس نے اپنے رسولؐ سے کہا کہ تو جن کو ہدایت کرنی چاہتا ہے ہدایت نہیں کر سکتا۔ تو کتنی ہی کوشش کر اپنی جان تک کیوں نہ کھودے وہ ایمان نہیں لانے کے۔ یہی دو قسم کے لوگ ہیں جن کی تصریح قرآنِ مجید سے پائی جاتی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ ایمان لائے یا ایمان لاتے ہیں خدا نے ان کی خلقت، طبیعت، فطرت یا ان کا نیچر ایسا بنایا ہے جس میں ایمان لانے کا یا کافر ہونے کا مادہ موجود تھا یا موجود ہے۔ کیونکہ جو چیز انسان کی فطرت میں ہے اس میں تبدیلی نہیں ہوسکتی اس کا بدل دینا خود انسان کی یا دوسرے انسان کی طاقت سے گو کہ وہ نبی ہی کیوں نہ ہو خارج ہے۔

یہ امر روزمرہ ہماری زندگی کے تمام کاموں میں پیش آتا ہے۔ دنیا میں بہت سے ایسے امر پیش آتے ہیں جن کی صداقت کی دلیلیں ہم نہیں جانتے۔ مگر دل میں از خود لامعلوم اسباب سے ایک ایسی بات پیدا ہوتی ہے جس سے اسکی صداقت پر پورا یقین ہوتا ہے۔ اسی طرح اسلام کی کیفیت ہے۔ ہزاروں لاکھوں بلکہ کروڑوں آدمی جو گذر گئے یا جو اب موجود

[illegible] ۶۲ [illegible]

ہیں اور وہ بھی جو رسولِ خدا صلعم کے زمانہ میں موجود تھے ایسے تھے کہ ان کا دل ہدایت اور ارشاد کو قبول کرتا تھا اور وہ اس کی سچائی پر یقینِ کامل کرتے تھے. گو کہ اس کی صداقت کی دلیلوں سے ان کو کچھ واقفیت نہ تھی. اس کا سبب یہی تھا کہ خدا نے اُن کے دل اس طرح کے بنائے تھے کہ وہ ذرا سی ہدایت سے صراطِ مستقیم کو مان لیتے تھے ان کا دل اُس ہدایت کو قبول کر لیتا تھا اور وہ ایمان لے آتے تھے۔

خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ اس کی یہ رحمت اس زمانہ میں بھی ہزاروں لاکھوں کروڑوں مسلمانوں پر مبذول ہے کہ وہ لوگ دل سے اسلام پر یقین رکھتے ہیں. گو وہ اس کی صداقت کی دلائل منطق و فلسفہ کے اصول پر نہیں جانتے. میرا اعتقاد یہ ہے کہ جو لوگ بلا فلسفی دلیل و حجت کے اسلام پر یقین کرتے ہیں یا یقین رکھتے ہیں ان کا ایمان اور ان کا یقین بہ نسبت ان لوگوں کے جو دلیل و حجت فلسفہ سے اپنے عقیدہ کو مستحکم کرتے ہیں بہت زیادہ مستحکم ہے. کیونکہ ان کے دل میں کسی قسم کے شک و شبہ نے راہ نہیں پائی اور نہ راہ پانے کی اس میں گنجائش ہے یہی لوگ اہلِ جنت ہیں جو سیدھے بہشت میں جاویں گے (چیرز)۔

مجھ کو اپنے ملک کا ایک قصہ یاد ہے. ہماری طرف رانگھڑ ایک قوم ہے جو کسی زمانہ میں مسلمان ہو گئے تھے ان کے ہاں شاید جناب مولوی اسمٰعیل کے زمانہ سے پیشتر تک ہندوؤں کی تمام رسمیں جاری تھیں. دھوتی باندھتے تھے. اُلٹے پردہ کا انگرکھا پہنتے تھے. قاضی نکاح باندھتا تھا اور بامن پھیرے پھرواتا تھا اور بھی بہت سی ہندوؤں کی رسمیں ان میں مروج تھیں. اتفاق سے ایک مسلمان ان کے ایک گاؤں میں گذرا وہ پیاسا تھا پانی پینا چاہتا تھا. اس نے دیکھا کہ پانی کا بھرا ہوا ایک مٹکا رکھا ہے مگر اس کو شبہ ہوا کہ یہ لوگ مسلمان ہیں یا ہندو اور وہ پانی ہندوؤں کا ہے یا مسلمانوں کا. اس لئے اس نے پوچھا کہ یہ پانی مسلمان کا ہے یا ہندو کا. جس شخص سے اس نے پوچھا. اس نے نہایت درشتی سے جواب دیا کہ تو اندھا ہے. یہ نہیں دیکھتا کہ پانی کے مٹکے پر کلہڑ (یعنی مٹی کا آبخورہ پانی پینے کو) رکھا ہے. گویا یہ مسلمانی کی ایک علامت تھی کہ سب لوگ ایک آبخورہ سے پانی پیتے ہیں. اُس نے درشتی اس لئے کی کہ باوجود مسلمانی کی علامت موجود ہونے کے اس نے ان کے مسلمان ہونے میں شبہ کیا. اے بھائیو! جبکہ وہ قوم ایسی جاہل تھی تو وہ مسائلِ اسلام اور فلسفی دلائل صداقت اسلام کو کیا جانتے ہوں گے. بجز خدا اور رسول پر یقین ہونے کے اور کوئی بات جس سے وہ اپنے تئیں مسلمان کہتے تھے ان میں نہ تھی مگر میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میں ان کے ایمان کو (میں اور کسی کو کیوں کہوں) اپنے ایمان سے تو بہت زیادہ مستحکم جانتا ہوں (چیرز) اے بھائیو ایسے شخص کا ایمان نہایت مستحکم اور اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے جن کو کسی طرح کا نہ کچھ شک ہے نہ دل میں کسی طرح کا شبہ ہے. خدا اور رسول پر وہ دل سے یقین رکھتے ہیں اور جو کوئی اپنے تئیں مسلمان کہتا ہے اس کو مسلمان جانتے ہیں. خدا کے جاننے اور رسول پر یقین کرنے کے لئے ان کو کسی منطقی دلیل اور فلسفی برہان کی حاجت نہیں. کیسی ہی کوئی بات خارج از عقل و ناقابلِ یقین ان کے

سامنے صحیح یا غلط بیان کی جاوے یہ کہہ کر کہ خدا اور رسول نے فرمایا ہے وہ اس پر یقین کریں گے۔ پس ایسے لوگ ہماری بحث سے بالکل خارج ہیں. میں ان کو یقین کا ستارہ اور اسلام پر یقین رکھنے کا نمونہ سمجھتا ہوں اور ٹھیک مسلمان مانتا جانتا ہوں۔

مگر دوسرا فرقہ بھی ہے جو ہر چیز کی صداقت کے لئے دلیل چاہتا ہے۔ وہ اس بات کا خواہشمند ہے کہ اسلام کے عقائد فلسفی دلائل سے اس کو بتائے جاویں. اس کے دل کے شبے مٹائے جاویں تاکہ اس کے دل کو تشفی حاصل ہو. وہ یہ نہیں چاہتا کہ دل میں تو دھوکڑ پکڑ ہو اور وہ زبان سے لوگوں کے ڈر سے سوسائٹی کے دباؤ سے ہاں ہم کہا کرے۔ یہی لوگ وہ ہیں جو ہمارے مخاطب ہیں اور جن سے ہم کو بحث ہے۔

جس زمانہ میں خلفاء عباسیہ کی سلطنت رونق پر تھی اور مسلمانوں کا ستارہ عروج پر تھا اس وقت مسلمانوں میں یونانی فلسفہ. علمِ طبعی نے کثرت سے رواج پایا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے مسائل میں جو اسلام سے متعلق تھے لوگوں کو شبہ پیدا ہوا کیونکہ جو لوگ مسائل فلسفہ اور علمِ طبعی کو سچ جانتے تھے اور ان میں اور اسلام کے اس وقت کے موجودہ یا مجتہدہ مسائل میں اختلاف پاتے تھے تو ان کو اسلام کی نسبت شبہ پیدا ہوتا تھا۔ اگر تاریخ پر اعتقاد کیا جا سکتا ہے تو ثابت ہے کہ وہ زمانہ اسلام پر ایسے سخت حملہ کا تھا کہ اسلام کے سخت سے سخت دشمن کے سخت سے سخت حملہ کرنے سے بھی اس سے زیادہ اسلام کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہ ہوتا. تمام علماء کو اس وقت اسلام کی حمایت کی ضرورت پڑی اور انہوں نے اس کی حمایت اور اس کی نصرت میں کوشش کی. خدا ان کی کوششوں کو قبول کرے۔ انہوں نے اسلام کی حمایت کے تین طریقے قرار دیئے۔ اول یہ کہ جو مسائل یونانی حکمت و فلسفہ کے اسلام کے مسائل کے برخلاف تھے ان کی غلطی ثابت کر دیں۔ دوسرے یہ کہ ان حکمی اور فلسفی مسائل پر اس قسم کے اعتراض وارد کریں کہ جن سے وہ مسئلے خود مشتبہ ہو جاویں. تیسرے یہ کہ اسلام کے مسائل اور ان حکمی و فلسفی مسائل میں تطبیق کر دیں۔

اس مباحثہ کی غرض سے مسلمانوں میں ایک نیا علم پیدا ہوا جس کو علمِ کلام کہتے ہیں اور جس کی کتابیں آج تک ہمارے مذہب کے علماء کی درس و تدریس میں داخل ہیں اور جن پر وہ بہت کچھ افتخار رکھتے ہیں. یہی باعث ہوا کہ بہت سے مسائل یونانی فلسفہ اور علمِ طبعی کے جو تیسری قسم کے تھے مسلمانوں نے اپنی مذہبی کتابوں میں شامل کر لئے اور رفتہ رفتہ مثل مذہبی مسائل کے تسلیم ہونے لگے۔ حالانکہ ان کو مذہب اسلام سے کچھ تعلق نہیں ہے اور اس زمانہ میں ان کا جدا کرنا کچھ آسان کام نہیں ہے۔ پس میرا یہ خیال ہے کہ جس زمانہ میں اسلام کی ایسی حالت ہو اور اس پر ایسا ہی حملہ ہو جیسا کہ اس زمانہ میں ہوا تھا تو ہم کو بقدر اپنی لیاقت کے ویسی کوشش کرنی چاہیئے جیسی کہ ہمارے بزرگوں نے اگلے زمانہ میں کی تھی۔

اے دوستو! تم خوب جانتے ہو کہ اس زمانہ میں جدید فلسفہ و حکمت نے شیوع پایا ہے جس کے مسائل ان اگلے مسائل سے بالکل مختلف ہیں اور جو ایسے ہی برخلاف مسائل اسلام کے جو اس وقت مروج ہیں پائے جاتے ہیں جیسے کہ اُس زمانہ میں تھے۔ بلکہ سخت مشکل یہ آ پڑی ہے کہ یونانی مسائلِ علمِ طبعی کے جن کی غلطی اب ثابت ہوئی ہے اور جن کو اس زمانہ کے علماء نے مثل مذہبی مسائل کے مان لیا تھا جیسا کہ میں نے ابھی کہا اس سے اور زیادہ مشکل ہو گئی ہے۔

اے دوستو! ایک اور بڑی مشکل یہ ہے کہ اس زمانہ کی تحقیقات اور یونانی حکمت کے زمانہ کے مسائل میں ایک بڑا فرق یہ ہے کہ اس زمانہ میں جو حکمت کے مسائل تھے وہ زیادہ تر عقلی اور قیاسی دلیلوں پر مبنی تھے۔ تجربہ اور مشاہدہ کی بنا پر قائم نہیں ہوئے تھے۔ ہمارے بزرگوں کو نہایت آسانی تھی کہ مسجدوں اور خانقاہوں کے حجروں میں بیٹھے بیٹھے قیاسی مسائل کو قیاسی دلائل سے اور عقلی کو عقلی براہین سے توڑتے پھوڑتے رہیں اور ان کو تسلیم نہ کریں۔ مگر اس زمانہ میں نئی صور[illegible] پیدا ہوئی ہے جو اس زمانہ کے فلسفہ و حکمت کی تحقیقات سے بالکل علیحدہ ہے۔ اب مسائل طبعی تجربہ سے ثا[illegible] کئے جاتے ہیں اور وہ ہم کو دکھلا دیئے جاتے ہیں۔ یہ مسائل ایسے نہیں ہیں جو قیاسی دلائل سے اٹھا دیئے جاویں یا ان تقریروں اور اصولوں سے جو اگلے زمانہ کے عالموں نے قرار دیئے ہیں ہم ان کا مقابلہ کر سکیں مثلاً آسمانوں کے خرق والتیام کا مسئلہ جو ہمارے ہاں کے علم طبعی کا بہت بڑا مسئلہ ہے اور آج تک درس و تدریس میں رہا ہے اور جو اصول علمِ طبعی کے مذہب اسلام میں تسلیم کر لئے گئے ہیں ان سے بھی اس کو بڑا تعلق ہے۔ اب وہ مسئلہ کس کام کا ہے اور اس کے پڑھنے پڑھانے سے کیا فائدہ ہے۔ جبکہ یہ ثابت ہو گیا ہے کہ جس طرح اگلے حکماء یا علماء نے آسمانوں کا وجود قرار دیا تھا وہی غلط تھا۔ اب تو اس بات پر غور کرنی لازم ہے کہ آسمان سے کیا مراد ہے اور اس کے لئے جدید اصول و مسائل ایجاد کرنے کی ضرورت ہے نہ ان بوسیدہ و از کار رفتہ مسائل کے یاد کرنے کی (چیئرز)۔

ایک بہت بڑی بحث ہمارے ہاں ہیولا و صورت کی تھی۔ اگر یونانی فلسفہ کے مطابق ہیولا تسلیم کیا جاتا تھا تو معاد کا وجود جو ایک اہم مسئلہ مذہب اسلام کا ہے باطل ہوتا تھا اس پر علماء نے بہت بڑی بحث کی جو کسی قدر بے سود اور کسی قدر ناکافی تھی۔

بہرحال اس زمانہ کی حکمت طبعی میں ہیولا کی کچھ بحث نہیں ہے بلکہ تمام اجسام کی ترکیب اجزائے صغار سے تسلیم کی جاتی ہے۔ بس اب ہیولا و صورت کی بحث سے جو ہمارے ہاں تعلیم دینی اور دنیاوی دونوں میں داخل ہے کیا فائدہ ہے۔ ایسے اور بہت سے مسائل ہیں جو اسی طرح مثالاً بیان ہو سکتے ہیں۔

اے دوستو! مجھ کو معاف کرو گے اگر میں یہ کہوں کہ ایک بہت بڑا ضروری امر جو ان علماء کے خیال سے رہ گیا

وہ یہ تھا کہ انہوں نے یونانی حکمت و فلسفہ کے مقابلہ میں تو بہت کچھ کیا مگر اس بات میں کچھ نہیں کیا یا بہت ہی کم کیا کہ جو کچھ وہ خود مذہب اسلام کو بیان کرتے تھے اس پر منکرِ اسلام یا مشکک فی الاسلام کے دل کو کیونکر تشفی ہو۔ یہ کہہ دینا کہ اسلام میں یونہی آیا ہے اس کو ماننا چاہیئے یہ تو نہ یقین کو اُن لوگوں کی تشفی کو کافی ہے (چیرز)۔

ایسے ہی اور بہت سے وجوہات ہیں جن کی وجہ سے اس زمانہ میں نئے طریقے بحث کے اختیار کرنیکی مسلمانوں کو ضرورت ہے۔ کیونکہ جو شخص اسلام کو برحق سمجھتا ہے اور اس پر پورا یقین رکھتا اس کا دل گواہی دے گا کہ گو منطق و فلسفہ اور علمِ طبعی میں کتنی کچھ تبدیل ہو جاوے اور مسائل حقہ اسلام کے وہ کیسے ہی مخالف معلوم ہوتے ہوں مگر اسلام ہی سچا ہے۔ یہ بات سچے اور سادہ دل سے اسلام پر یقین رکھنے والوں کے لئے تو کافی ہے مگر منکرین یا مشککین کے لئے کافی نہیں۔ علاوہ اس کے یہ کچھ حمیت کا کام نہیں ہے کہ مُنہ سے تو یہ کہیں کہ اسلام سچا ہے مگر اُن جدید مسائل حکمت و فلسفہ کے مقابلہ میں اس کی تائید نہ کریں۔ اس لئے اس زمانہ میں مثل زمانہ گذشتہ کے ایک جدید علمِ کلام کی حاجت ہے جس سے یا تو ہم علومِ جدید کے مسائل کو باطل کر دیں یا ان کو مشتبہ کر دیں یا اسلامی مسائل کو اُن سے مطابق کر دکھائیں۔ اس وقت جو بزرگ اس جلسہ میں موجود ہیں میں ان سے بخوبی واقف نہیں ہوں۔ مگر میں یقین کرتا ہوں کہ اس جلسہ میں بہت سے ذی علم لوگ بھی موجود ہیں۔ میں نہایت صدق دل سے ان کو مخاطب کر کے کہتا ہوں کہ جو لوگ ایسا کرنے کے لائق ہیں وہ پوری کوشش حال کے علم طبعی و فلسفہ کے مسائل کے اسلامی مسائل سے تطبیق دینے یا ان کا بطلان ثابت کرنے میں نہ کریں گی وہ سب گنہگار ہیں اور یقیناً گنہگار ہیں اگر ان میں سے ایک دو بھی اس کام کو انجام دیں گے تو بے شک فرض کفایہ ادا جاوے گا (چیرز)۔

میں ایک شخص ہوں جس کا یہ یقین ہے کہ کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو جدید فلسفہ اور جدید علومِ طبعی سے جو انگریزی زبان میں بخوبی واقف ہو اور ان تمام اسلامی مسائل پر جو اس زمانہ میں اسلامی مسائل کہلاتے ہیں یقین رکھتا ہو۔ انگریزی خوان نوجوان اور بچے مجھے معاف کریں گے۔ میں نے کوئی انگریزی خوان جس کو انگریزی علم کا مذاق بھی حاصل ہو گیا ہو ایسا ہی نہیں دیکھا جس کو پورا پورا یقین ہمارے زمانہ کے مروجہ مسائل اسلام پر ہو۔ میں یقین کرتا ہوں کہ جس قدر وہ علم پھیلتے جاویں گے اور جن کا پھیلنا ضروری ہے اور میں خود بھی ان کے پھیلانے میں معین و مددگار ہوں اسی قدر لوگوں کے دلوں میں اسلام کی جانب سے جیسا کہ اس کو اس زمانہ میں بنا دیا ہے بدظنی اور بے پرواہی بلکہ روگردانی ہوتی جاوے گی میرا یہ بھی یقین ہے کہ اصلی مذہب کا یہ نقصان نہیں ہے بلکہ یہ ان غلطیوں کا سبب ہے جو اسلام کے نورانی چہرہ پر لگ گئی ہیں یا دانستہ لگا دی ہیں۔

میں ہرگز اس لائق نہیں ہوں کہ اسلام کے نورانی چہرہ پر سے ان غلطیوں کے سیاہ دھبوں کے چھوڑانے کا دعویٰ کروں یا حمایت اسلام کا کام اپنے ذمہ لوں۔ یہ فرض اور یہ منصب دوسرے مقدس و باعلم لوگوں کا ہے۔ مگر

جبکہ میں مسلمانوں میں ان علوم کے پھیلانے کا ساعی ہوں جن کی نسبت میں نے ابھی بیان کیا کہ وہ موجودہ اسلام کے کس قدر مخالف ہیں تو میرا فرض تھا کہ جہاں تک مجھ سے ہو سکے صحیح یا غلط جو کچھ میرے امکان میں ہو اس طرح اسلام کی حمایت کروں اور اسلام کی اصلی نورانی چہرہ کو لوگوں کو دکھاؤں۔ میرا کانشنس (ایمان) مجھ سے کہتا تھا کہ اگر میں ایسا نہ کروں گا تو خدا کے سامنے گنہگار ہوں گا (چیرز)۔

اے میرے دوستو! میں یہ نہیں کہتا کہ جو کچھ میری تحقیقات ہے وہی صحیح ہے مگر جب مجھ کو بجز اس کے کہ جو کچھ مجھ سے ہو سکے وہ کروں اور کچھ چارہ نہ تھا تو مجھ کو ضرور ہی کرنا تھا جو میں نے کیا یا کرتا ہوں۔ میری نیت خالص خدا کے ساتھ ہے۔ اگر میں نے بُرا کیا ہے وہ چاہے گا معاف کرے گا چاہے گا نہ کرے گا۔ اگر میں نے اچھا کیا ہے تو میں اس کا صلہ کسی بندہ سے نہیں چاہتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ نہ میں لوگوں کے کافر کہنے سے یا نیچری کہنے سے ڈرتا ہوں نہ بُرا مانتا ہوں۔ جو لوگ مجھ کو میری ان کوششوں کے سبب بُرا کہتے ہیں کافر بتلاتے ہیں میں ان سے اپنی شفاعت کا خواستگار نہیں ہوں اور نہ ہوں گا۔ جو بھلا یا بُرا میرا معاملہ ہے وہ خدا کے ساتھ ہے۔ اگر مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہے یا آئندہ ہو گی خدا سے مجھے امید ہے کہ وہ مجھ پر رحم کرے گا۔ (چیرز)

اے دوستو! اس لمبی تمہید کے بیان کرنے کے بعد اب میں اپنے کچھ خیالات جو اسلام کے متعلق ہیں بیان کروں گا۔ اس وقت جو کچھ میں بیان کروں گا ضرور ہے کہ محض آزادانہ طریقہ سے بیان کروں گا۔ ان کو اس خیال پر نہیں بیان کرنے کا کہ میں مسلمان ہوں کیونکہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے جو مسئلہ بیان کیا جاتا ہے اس میں آزادانہ دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس وقت میں اپنی گفتگو کا طرز ایسا اختیار کروں گا جیسے ایک غیر شخص اسلام کے اصول و مسائل کو ایسے لوگوں کے سامنے بیان کرتا ہے جن کو اسلام یا اصولِ اسلام پر شبہ ہے یا انگریزی خوان نوجوان طلباء میرے مخاطب ہیں جن کو جدید فلسفہ اور جدید علومِ طبعی نے اسلام کے اصول کے صحیح ہونے پر شبہ ڈال دیا ہے یا اس کے غلط ہونے کا انہوں نے یقین کر لیا ہے۔ جو شخص یہ بیان کرتا ہے کہ اسلام سچا ہے تو اس کو یہ بھی کہنا چاہیئے کہ وہ اسلام کی سچائی کیونکر ثابت کر سکتا ہے۔ کوئی مذہب ہو اسلام یا عیسائی یا ہندو جس وقت ان میں کا کوئی اپنے مذہب کی تائید یا تصدیق کرنی چاہتا ہے تو ضرور ہے کہ اول وہ اس کی صداقت ثابت کرے۔ یہ کہنا کہ فلاں شخص کے مقدس ہونے میں کچھ شبہ نہیں ہے اور ہم اس مقدس کے قول پر ایمان رکھتے ہیں اس مذہب کی صداقت ثابت کرنے کو کافی نہیں۔ یہ تو صرف ایک اعتقادی بات ہے۔ جو لوگ کسی کی پیروی کرتے ہیں خواہ وہ اوتار ہو یا پیغمبر یا عیسائیوں کا خدا ہر ایک کا پیرو اس کو جس کی وہ پیروی کرتا ہے ایسا ہی مقدس اعتقاد کرتا ہے۔ ہر ایک مذہب والے کو اپنے مذہب پر ایسا ہی یقین ہے جیسے دوسرے مذہب والے کو اپنے مذہب پر پھر کیونکر ہم ایک کو سچا اور دوسرے کو غلط کہہ سکتے ہیں۔

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس خدا کی بھیجی ہوئی کتاب ہے جس میں غلطی کا احتمال بھی نہیں ہے تو دوسرا شخص بھی کہتا ہے کہ اس کے پاس بھی خدا کی کتاب ہے جس کی صحت میں اس کو ذرا بھی شک نہیں ہے۔ پس اس صورت میں ایک کے یقین کی دوسرے کے یقین پر ترجیح کی وجہ بتانی چاہیئے اور قابلِ تسکین دلیل پیش کرنی چاہیئے۔ جس کی بنا کسی اعتقاد پر نہ ہو کہ کیوں ہمارے پاس کی کتاب تو خدا کی بھیجی ہوئی ہے اور دوسرے کے پاس خدا کی بھیجی ہوئی نہیں ہے۔

اگر ہم اپنے پیغمبروں کے معجزات کو اپنے مذہب کی صداقت کے لئے پیش کرتے ہیں تو قطع نظر ان مشکلات کے جو اُن کے امکان وقوع میں اور پھر ان کے ثبوت وقوع میں پیش آتی ہیں۔ دوسرے مذہب والا بھی اسی قسم کے معجزات اپنے پیشواؤں کے بیان کرتا ہے تو اب کیا وجہ ہے کہ جو معجزات ہم بیان کرتے ہیں ان کو صحیح مانیں اور دوسرا جو بیان کرتا ہے ان کو غلط قرار دیں۔ یہ تمام امور ایسے ہیں جو اعتقادات پر مبنی ہیں کوئی شخص ان کو مٹا نہیں سکتا اور کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ فلاں اعتقاد صحیح ہے اور فلاں اعتقاد غلط۔ اگر کسی ایک شخص کا ایسا عقیدہ ہو بھی جاوے تو کیا امید ہے کہ اور بھی ایسا ہی اعتقاد کرلیں گے۔ اس لئے ضرور ہے کہ ہم صداقت کے پہچاننے کے لئے ایک ایسی معیار پیدا کریں اور ایسی کسوٹی قائم کریں جو سب مذہبوں سے یکساں نسبت رکھتی ہو اور جس سے ہم اپنے مذہب یا اعتقاد کو سچا ثابت کرسکیں (جیرز)۔

اب میں اس معیار کو بیان کروں گا جو تمام دنیا کے مذہبوں سے یکساں نسبت رکھتی ہے اور جو کہ میں اصلی مذہب اسلام کو جسے خدا اور رسولؐ نے بتایا ہے صحیح جانتا ہوں نہ اس کو جسے علماء نے اور مقدس مولویوں اور واعظوں نے گھڑا ہے بغیر کسی دھوکڑ پکڑ کے اس معیار سے جانچوں گا اور اس کا [illegible]ا ثابت کروں گا اور یہی فیصلہ ہمارے اور دوسرے مذہب والوں کے درمیان ہوگا۔

کوئی شخص لامذہب یا کسی مذہب کا معتقد اس بات سے انکار نہیں کرسکتا کہ انسان کی بناوٹ اس قسم کی ہے یا خدا نے اس کو ایسے قوائے مرکبہ سے پیدا کیا ہے جن سے وہ کسی کام کے کرنے کے لائق ہے اور کسی کے نہ کرنے کے لائق ہے اور اسی لئے حالتِ زندگی میں اس کو ایک ایسی روش اختیار کرنی چاہیئے جس سے اس کے قوائے بیرونی و اندرونی وہ کام دیں جس کے لئے ان کا ہونا یا پیدا کرنا پایا جاتا ہو۔ پس جو مذہب کہ ہمارے سامنے پیش کئے جاتے ہیں ان کی صداقت کی یہی معیار ہوسکتی ہے کہ اگر وہ مذہب فطرتِ انسانی یا نیچر کے مطابق ہے تو سچا ہے اور اس بات کی صاف دلیل ہے کہ وہ مذہب اس ہستی کا بھیجا ہوا ہے جس نے انسان کو بنایا ہے اور اگر وہ مذہب انسانی فطرت اور اس کی خلقت اور ان قوائے کے جو انسان میں ہیں اور ان حقوق کے جو ان قوائے سے انسان کے لیے پائے جاتے ہیں اس کے برخلاف ہے اور ان کو فائدہ مندی سے کام میں لانے سے باز رکھتا ہے تو اس بات میں شبہ ہوتا ہے

کہ وہ مذہب اس ہستی کا بھیجا ہوا نہیں ہے جس نے انسان کو بنایا ہے کیونکہ ہر شخص اس بات کو غالباً قبول کریگا کہ مذہب انسان کے لئے بنایا گیا ہے اور اگر اس کو الٹ دو اور یوں کہو کہ انسان مذہب کے لئے بنایا گیا تو بھی متحد نتیجہ پیدا ہوتا ہے۔

پس میں نے مذاہب کی صداقت دریافت کرنے کے لئے اور مذہب اسلام کی صداقت کی جانچ کے لئے بھی یہ اصول قرار دیا ہے کہ وہ فطرتِ انسانی کے مطابق ہے یا نہیں جو انسان میں بنائی گئی ہے یا انسان میں موجود ہے اور مجھ کو یقین ہوا ہے کہ اسلام اس فطرت کے مطابق ہے (چیز)۔

بے شک یہ کام بہت بڑے عقلاء و علماء کا تھا مجھ کو اس کام کے انجام دینے کی لیاقت نہیں ہے مگر جیسا کہ میں نے چند لمحے پہلے اس کے اختیار کرنے کی وجہ کو بیان کیا تھا اس سبب سے میں نے بقدر اپنی طاقت کے اس کو کرنا شروع کیا ہے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ خدا نے جو ہم کو پیدا کیا ہے اور ہمارے واسطے جو ہدایت بھیجی ہے وہ ہدایت بالکل ہماری خلقت ہماری فطرت ہمارے نیچر کے مطابق ہے اور یہی اس کی سچائی کی دلیل ہے کیونکہ یہ کہنا بڑی بے عقلی کی بات ہوگی کہ خدا کا فعل اور ہو گا اور اس کا قول اور۔ تمام کائنات معہ انسان کے خدا کا فعل ہے اور مذہب اس کا قول۔ وہ دونوں مختلف نہیں ہوسکتے (واضح ہو کہ سید صاحب کا یہ قول ہے کہ ورک آف گاڈ اور ورڈ آف گاڈ مختلف نہیں ہوسکتے۔ ورک سے وہ نیچر مراد لیتے ہیں اور ورڈ سے مذہب)۔ یہ معیار میں نے ان لوگوں کے لئے مقرر کی ہے کہ جو خود اپنے دل میں کسی مذہب کی صداقت کا تصفیہ کرنا اور اپنے دل کو تشفی دینا چاہتے ہیں۔ اور نیز ان لوگوں کے لئے جو مشکک فی الاسلام ہیں یا اسلام کے مخالف ہیں۔ اور میری سمجھ میں اس سے زیادہ اور کچھ معیار نہیں ہوسکتی۔

اس معیار کے قائم کرنے کے بعد میں نے یہ تصفیہ کیا ہے کہ اسلام بالکل فطرت کے مطابق ہے اور اس لئے میں نے کہا ہے کہ اَلْاِسْلَامُ هُوَ الْفِطْرَۃُ۔ وَالْفِطْرَۃُ هُوَ الْاِسْلَامُ بہت ٹھیک مسئلہ ہے۔ مگر افسوس ہے ان لوگوں پر جنہوں نے دانستہ فطرتی یا نیچری ہونے کا دوسرے معنوں میں مجھ پر الزام لگایا ہے ان کو خدا کے سامنے اس کا جواب دینا ہوگا۔ خدا سب چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے جس طرح اس نے آسمان و زمین وما فیہا اور تمام مخلوقات کو پیدا کیا ہے اسی طرح اس نے نیچر کو بھی پیدا کیا۔ وہ جس طرح ہمارا اور تمہارا اور سب کا خالق ہے اسی طرح نیچر کا بھی خالق ہے۔ پس مخالفین کا یہ کہنا کہ میں نیچر کو خالق یا نعوذ باللہ نیچر کو خدا کہتا ہوں کس قدر بہتانِ عظیم ہے جس کو میں مخلوق کہتا ہوں وہ کہتے ہیں کہ وہ اس کو خالق کہتا ہے۔ خدا کے سامنے اس دن جبکہ اعمالوں کی پرسش ہوگی بڑی بڑی ڈاڑھی والوں اور پیشانی پر رگڑ کر گٹا ڈالنے والوں، ٹخنے سے اونچا پاجامہ پہننے والوں جو سچ کے بدلے جھوٹ کو خریدتے ہیں اس کا سوال ہوگا جنہوں نے یہ جھوٹے الزام مجھ پر لگائے ہیں اس کو میں خدا پر چھوڑتا

ہوں۔ نہیں۔ میں خدا پر نہیں چھوڑتا بلکہ میں اپنی طرف سے ان کو معاف کرتا ہوں (چیئرز نہایت زور سے) میں اپنے کسی بھائی سے، کسی ہم جلس سے نہ دنیا میں بدلہ لینا چاہتا ہوں نہ قیامت میں (چیئرز) میں نہایت ناچیز ہوں مگر اس رسولؐ کی ذریت میں ہوں جو رَحْمَۃٌ لِّلْعَالَمِیْن ہے۔ میں اپنے دادا کی راہ پر چلوں گا اور تمام لوگوں کو جنہوں نے مجھے بُرا کہا، جنہوں نے مجھ پر اتہام کیا یا آئندہ کہیں اور کریں سب کو میں معاف کروں گا (چیئرز)۔

جو طریقہ میں نے اوپر بیان کیا کیا کوئی کہے گا کہ وہ طریقہ اسلام کی تائید کا نہیں اور کیا اس کے ذریعے سے بڑے بڑے فلسفی حکیموں اور علومِ طبعی کے جاننے والوں اور ملحدوں کا مقابلہ نہیں ہوسکتا۔ اور کیا وہ طریقہ کسی طرح اسلام کے مخالف ہے؟ اس پر بھی مجھے یہ دعوےٰ نہیں کہ جو طریقہ میں نے اختیار کیا ہے اس میں غلطی نہیں۔ میں معصوم نہیں ہوں اور نہ معصوم ہونے کا دعوےٰ کرتا ہوں۔ میں ایک جاہل آدمی ہوں۔ اسلام کی محبت سے میں نے یہ کام کیا ہے جس کے لائق میں نہیں ہوں۔ بلاشبہ وہ ایک نیا طریقہ ہے اس میں بھی درحقیقت میں نے قدیم علماء کی پیروی کی ہے جس طرح انہوں نے ایک نئے ڈھنگ پر علمِ کلام ایجاد کیا تھا اسی کی نظیر پر میں نے یہ نیا طریقہ صداقت کے ثابت کرنے کا ایجاد کیا ہے ممکن ہے اس میں غلطی ہو مگر آئندہ علماء اس کی صحت کردیں گے اور اسلام کو مدد دیں گے۔ میرے خیال میں مخالفین اور مشککین فی الاسلام کے مقابلہ میں اسلام کی تائید اسی طریقہ پر ہوسکتی ہے اور اَور کسی طریقہ پر نہیں ہوسکتی (چیئرز)۔

آپ صاحبوں نے مجھ سے چاہا ہے کہ میں بیان کروں کہ اس[illegible]یا چیز ہے؟ اس کے جواب میں میں کہتا ہوں کہ وہ چیز جس پر یقین کرنے سے کوئی شخص مسلم یا مسلمان کہا جاسکتا ہے وہ خدا کی توحید ہے۔ جو شخص خدا کو برحق جانتا ہے اور اس کی توحید پر یقین رکھتا ہے وہ مسلم یا مسلمان ہے۔ یہی رکن اول اور رکن اعظم اسلام کا ہے اور باقی ارکان اس کے تحت میں اور اس کے ساتھ اس طرح ملے ہوئے ہیں جیسے کسی خاص دوا کی معجون ہو اور اس کے ساتھ اور اجزاء بھی ملے ہوتے ہوں۔ خدا کو واحد مطلق اور خالق تمام چیزوں کا جاننا اور سمجھنا بلکہ نہ صرف جاننا اور سمجھنا بلکہ اس پر یقین ہونا اسلام ہے اور جو اس پر یقین کرے وہ مسلم ہے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہود و نصاریٰ کی تکرار کا ذکر فرما کر فرمایا۔ بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْھَہٗ لِلّٰہِ وَھُوَ مُحْسِنٌ فَلَہٗٓ اَجْرُہٗ عِنْدَ رَبِّہٖ یعنی جس نے خدا پر یقین کیا اپنا مُنہ خدا کے سامنے کیا اور نیک کام کرتا ہے تو اس کا اجر اس کے خدا کے پاس ہے۔

خدا نے اہلِ کتاب سے اور کچھ نہیں چاہا بجز اس کے کہ خدا کی توحید مانیں اور اسی کی عبادت کریں جہاں فرمایا۔ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ وَبَیْنَکُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ۔ اور ایک جگہ پیغمبر نے فرمایا کہ میری نماز اور میری عبادت اور میری زندگی، میری موت خدا کے لئے ہے اور اس کے بعد فرمایا کہ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ۔ اسمٰعیلؑ و ابراہیمؑ نے یہ دعا مانگی رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّۃً مُّسْلِمَۃً لَّکَ

حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں نے بھی خدا پر ایمان لانے کے بعد کہا کہ وَاشْهَدْ بِأَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ۔ حضرت ابراہیمؑ کو خدا نے کہا اَسْلِمْ۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنی اولاد کو نصیحت کی۔ يَا بَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ اور ایک جگہ خدا نے فرمایا کہ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ۔ پھر خدا نے فرمایا کہ مَا كَانَ اِبْرَاهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا یعنی ابراہیم نہ یہودی تھے نہ نصرانی بلکہ ٹھیٹ مسلمان تھے۔ پس جو حقیقت اسلام کی خدا نے بتلائی وہ خدا کو ماننا اور اس پر یقین ہونا ہے۔ خدا پر اور خدا کی وحدانیت پر اس وقت یقین ہو سکتا ہے جب اس کی ذات وصفات پر جو حقیقت میں متحد ہیں اور اس کے استحقاقِ عبادت پر جو اس کو لازم ہے پورا پورا یقین ہو۔ اس کی ذات پر یقین۔ اس کے موجود بالذات ازلی وابدی وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ہونے پر یقین ہوتا ہے۔ اس کی صفات پر یقین۔ اس کی مانند صفات کا کسی دوسرے میں نہ ہونے پر یقین کرنا ہے۔ تمام صفتیں جو خدا سے منسوب کی جاتی ہیں۔ عالم، رحیم، حی اور مثل ان کے اور جو ان کا مفہوم ہمارے ذہن میں آتا ہے اور جن میں اوروں کا اشتراک بھی بوجہ یا متصور ہوتا ہے اُس مفہوم سے اور اس اشتراک سے بھی خدا کی ذات کو مبرّا و منزّہ ماننا اس کی صفات پر یقین ہونا ہے۔ اس کے استحقاقِ عبادت پر یقین یہ ہے کہ کوئی شے سوائے خدا کے مستحق عبادت نہیں یعنی عبادت کے لائق نہیں۔ جو شخص کہ اس طرح سے خدا پر یقین رکھتا ہے وہ مسلمان ہے۔ میں نہیں کہتا بلکہ خدا نے یونہی کہا ہے۔ ہاں ایسے شخص کی نسبت جو صرف خدائے واحد کو مانتا ہے میں یہ ضرور کہوں گا کہ وہ محمدی نہیں۔ قرآن کی اصلاح تو یہی ہے جو میں نے بیان کی ہے۔ مگر ہمارے زمانہ میں محمدی اور مسلمان کے الفاظ ایک ہی معنے میں لئے جاتے ہیں اور مترادف سمجھے جاتے ہیں اس لئے مجھ کو کسی قدر تفصیل کے بیان کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ محمّدی ہونے کے لئے ضرور ہے کہ ہم اس شخص پر بھی جس نے ہم کو [illegible] کی نعمت دی اور جس نے ہم کو توحید کی تعلیم کی جس کی وجہ سے ہم نے خدا کو جانا اور اس کی صفات کو پہچانا [illegible] یقین کریں خود عقل ہی ہم کو ہدایت کرتی ہے کہ جس سے ہم کو ہدایت ہوئی کس طرح ہم اس کے ہادی ہونے پر یقین نہ کریں۔ اسلام جس کو میں نے اپنے استحکام سے سچا بتایا اس کی ہدایت محمد رسول اللہ صلعم نے کی ہے۔ پس اس کی تصدیق بالضرور دوسرا رکن اسلام کا ہے جو پہلے رکن سے منفک ہی نہیں ہو سکتا۔ اس تمام تقریر کا نتیجہ یہ ہے کہ جو شخص خدا کو مانتا ہے اور وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ جانتا ہے اور اس پر یقین رکھتا ہے اور کسی نبی کی تصدیق نہیں کرتا اور آنحضرت صلعم کی بھی تصدیق نہیں کرتا اس کی نسبت یہ کہنا کہ محمدی نہیں یا مرادف معنی لے کر یہ کہنا کہ وہ مسلمان نہیں ہے بالکل صحیح ہے مگر اس کو کافر بمعنے مشرک کہنا یا موحد نہ کہنا اسلام کے اصول کی رو سے درست نہیں۔

بلاشبہ تصدیقِ نبوت دوسرا رکن اسلام کا ہے۔ موحدین محض کے مخلد فی النّار ہونے یا نہ ہونے پر قدیم سے

علماء میں بحث چلی آتی ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ مخلد فی النار ہوں گے، کوئی کہتا ہے کہ بعد عذاب نجات پا دیں گے۔ اس بحث کو انہی عالموں کے لئے چھوڑ دو اور ہم کو اپنے حبیب کے اس قول پر رہنے دو کہ عَلیٰ زعم انف ابی ذر وحدانیت و رسالت کی تصدیق کے بعد اور چیزیں بھی اسلام کے ساتھ ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے فرض قرار دیا ہے۔ مثلاً نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ وغیرہ۔

ان فرائض کے نہ ادا کرنے والے کو ہم گنہگار اور ان کے منکر کی نسبت وہی کہیں گے جو رسالت کے منکر کی نسبت کہا ہے کہ وہ محمدیؐ نہیں یا بمعنے مرادف مسلمان نہیں۔ اس کے مخلد فی النار ہونے یا نہ ہونے کی نسبت وہی بحث پیش آجاتی ہے جو ابھی موحد محض کی نسبت میں نے بیان کی ہے۔ اے دوستو! یہ ایک بحث بہت بڑی اور نہایت نازک ہے جس کے بیان کے لئے ایک بہت بڑا وقت درکار ہے۔ اس کو مختصر کر دینا ہی وقت کے لحاظ سے بہتر ہے۔ اسی طرح شرک کی بحث بھی جو اسلام کا پورا پورا دشمن ہے اور جس کے ساتھ اسلام جمع ہی نہیں ہو سکتا بہت بڑی ہے مگر میں اس وقت ایک شمہ اس کا بیان کروں گا۔ جس طرح خدا کو اپنی ذات و صفات میں وحدت ہے اسی طرح رسول کو تبلیغ واحکام یا احکامِ شریعت کے قرار دینے میں وحدت ہے اور کسی کو اس میں شرکت نہیں۔ پس جو شخص رسول کے سوا کسی اور شخص کے احکام کو دین کی باتوں میں اس طرح پر واجب العمل سمجھتا ہے کہ اس کے برخلاف کرنا گناہ ہے اور اسی کی تابعداری کو باعثِ نجات یا ثواب سمجھتا ہے وہ بھی ایک قسم کا شرک کرتا ہے جس کو میں شرک فی النبوت سے تعبیر کرتا ہوں۔ خدا نے یہود و نصارا دونوں کو اسی بات پر ملزم ٹھیرا کر فرمایا۔ اتخذوا احبارھم و رھبانھم اربابًا من دون اللہ۔ بس اس طرح کی پیروی اربابًا من دون اللہ تک پہنچا دیتی ہے۔

میری اس تقریر سے آپ یہ تصور نہ کریں کہ میں ائمہ مجتہدین کے برخلاف رائے رکھتا ہوں نہیں میں ان کو امت کا سرتاج اور ان کے اجتہادوں اور اختلافوں کو باعثِ رحمت سمجھتا ہوں۔ یہ بھی آپ خیال نہ کریں کہ میں ان کے پیرو مقلدین کو برا کہتا ہوں یا تقلید کو برا جانتا ہوں مگر اس قدر میں ضرور سمجھتا ہوں کہ مقلدین کے بعض افعال اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ انہوں نے اپنی غلطی سے نہ ان کی تقلید سے ان کو اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ تک پہنچا دیا ہے۔ جو لوگ کہ اس مسئلہ تقلید کے برخلاف ہیں اور عدم تقلید کے مسئلہ کی پیروی کرتے ہیں اور اس کے اجراء میں کوشش کرنی چاہتے ہیں ان کی بھی میں عزت کرتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ دونوں کا مقصود ایک ہے اور دونو خدا اور رسولؐ کی خوشنودی چاہتے ہیں (چیرز)، مگر افسوس ہے کہ ان دونوں فرقوں کے سبب سے باہم رنج و عداوت پیدا ہوئی ہے۔ یہ شیطان کے وسوسے ہیں جو گروہِ اسلام کو متفرق کرنے اور قوت کو ضعیف کرنے کی فکر میں ہے۔ حقیقت میں اسلام لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کرنا اور اس پر دل سے یقین رکھنا اور

سب کلمہ گوؤں کو بھائی سمجھنا ہے۔ باہمی اختلاف سے اسلام کے مجمع کو متفرق کرنا اصولِ اسلام کے برخلاف ہے اور اس برکت کی ناشکری ہے جو خدا نے دی ہے اور جس کو فالف بین قلوبھم کے لفظوں سے تعبیر کیا ہے (جیرز)

اب میں ان امور کی نسبت کچھ تھوڑا سا بیان کرنا چاہتا ہوں جو تصدیقِ نبوت اور ان مسائل اسلام سے متعلق ہیں جو ظاہر ہیں عقل و علم کے برخلاف پائے جاتے ہیں۔ اگرچہ اس کی تفصیل بیان کرنے کو بہت بڑا وقت چاہیئے اور شاید برسوں گذر جاویں اور یہ بیان ختم نہ ہو تو بھی کچھ عجب نہیں۔ مگر بعض نوجوان انگریزی خوانوں یا اور لوگوں کے لئے جو اپنے خیال دوسری طرح پر کرنے چاہتے ہیں اس کا بیان کرنا گو مختصر ہی ہو بے موقع نہ ہوگا۔

محمدی ہونے کے لئے یا مرادف معنے کے لحاظ سے اسلام کے دائرہ میں داخل ہونے کے واسطے توحید کے ساتھ رسالت یعنی نبوت کی تصدیق بھی واجب ہے۔ اسلام کی نسبت نوجوان انگریزی خوانوں کو یا آزاد خیال والوں کو دو چیزیں ہیں جو شک میں ڈالتی ہیں۔ ایک تصدیق نبوت دوسرے وہ مسائل جو اس زمانہ کی حکمت و فلسفہ یا عقل کے برخلاف یا بعید از عقل معلوم ہوتے ہیں۔ نبوت کی بحث فطرت کے اصول پر ایک طولانی بحث ہے اس وقت اس کو نہ چھیڑوں گا۔ محمد رسول اللہ صلعم کی نبوت کی صداقت پر چند باتیں بطور خطابیات کے جن کو دل قبول کرتا ہے بیان کروں گا۔ بڑے بڑے فلاسفر جو گذرے ہیں اور جو اب بھی موجود ہیں جنہوں نے علوم میں بہت بڑا درجہ حاصل کیا ہے اور عمدہ عمدہ کتابیں تصنیف کی ہیں وہ بھی اصل اسلام کی ہدایتوں کو اور ان اصولوں کو جن پر اصل اسلام مبنی ہے لاثانی تسلیم کرتے ہیں۔ ان کو جانے دو اور خود جانچ لو کہ اصل اسلام کے اصول فقہا کے اجتہادات اور پیچیدہ مسائل کو چھوڑ کر جو سیدھے سادے اصول اسلام سے مناسبت نہیں رکھتے کیسے عمدہ و پختہ لاثانی ہیں جس نے تمام عمر فلسفہ و حکمت و علوم و طبعی اور انسان کے نیچر کی حقیقت کی تحقیق میں بسر کی ہو وہ بھی ایسے اصول قائم نہیں کر سکتا۔ پس اب کیا میرا یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ ایک ایسے شخص نے جو ریتلے، کنکریلے ملک میں پیدا ہوا اور جو چھوٹی عمر میں یتیم ہو گیا اور جس نے نہ کسی دار العلوم میں تعلیم پائی نہ سقراط و بقراط اور افلاطون کے مسائل کو سُنا نہ کسی استاد کے سامنے تعلیم کو بیٹھا نہ حکماء اور فلاسفروں اور پولیٹکل و مارل کے عالموں کی صحبت اٹھائی۔ بلکہ چالیس برس اپنی زندگی کے ناتربیت یافتہ اور بد اخلاق اونٹ چرانے والوں میں بسر کئے۔ چالیس برس تک بجز ایسی قوم کے جو بت پرستی اور باہمی جنگ و جدال میں مبتلا تھے چوری و زناکاری پر عورت و مرد کو فخر تھا اور کسی کو نہیں دیکھا تھا۔ وہ دفعتاً اپنی تمام قوم کے برخلاف اٹھا چاروں طرف سے وہ بت پرستی میں گھرا ہوا تھا مگر اس نے کہا تو یہ کہا کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ اس نے صرف یہ کہا ہی نہیں بلکہ تمام قوم سے بھی جو سینکڑوں برس سے لات و منات و عزیٰ کو پوجتے آئے تھے یہی کہوا دیا ان تمام بد اخلاقیوں و امارل عادتوں کو تمام قوم سے مٹوا دیا۔ بتوں کو زمین پر گرا دیا۔ ان کو تڑوا دیا اور خدا کے نام اور خدا کی پرستش کو تمام

عرب کے جزیرہ نما میں بلند کیا وہ جزیرہ جو ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کے بعد سے ہزاروں ناپاکیوں سے ناپاک ہوگیا تھا پھر اس کو اس کی اصلی پاکی اور دینِ ابراہیم کی بزرگی تک پہنچایا۔ چالیس برس کے بعد کس نے یہ نور اس کے دل میں ڈالا جس نے نہ صرف جزیرہ عرب کو بلکہ تمام دنیا کو روشن کردیا۔ (چیرز)۔

اس نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی تعلیم کے بعد جو احکامِ دین کے اخلاق کے لوگوں کو بتائے کیا کوئی فلاسفر اس سے زیادہ کچھ بتا سکتا تھا جو اس امّی نے بتائے (چیرز) صرف بتائے ہی نہیں بلکہ اپنے پاک دل اپنی پاک زبان کے اثر سے لوگوں کے دلوں میں بٹھلا دیئے (چیرز) یہ کام وہ تھا جو نہ کسی فلاسفر سے نہ ہوسکتا تھا نہ کسی سلطانِ مقتدر سے۔ پھر کیا چیز اس یتیم بچے میں تھی جس نے نہ جزیرہ عرب کو بلکہ تمام دنیا کو خدائی کا کرشمہ دکھلا دیا (چیرز) اے میرے دوستو! کوئی سخت سے سخت دہریہ اور لامذہب بھی، اگر ایسے شخص کو معاذاللہ نبی نہ مانے گا تو اس کو یہ ماننا تو ضرور پڑے گا کہ اگر بعد خدا کے کوئی دوسرا شخص بزرگ ہے تو یہی ہے (چیرز) رُوحِی فِدَاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ پس جو کوئی شخص نبوت کی حقیقت کو سمجھ لے گا تو امکان سے خارج ہے کہ محمدؐ رسول اللہ کی نبوت کی تصدیق نہ کرے (چیرز) یہ مختصر الفاظ تصدیق نبوت کے ایسے شخص کی دل کی تشفی کے لئے جو کچھ بھی سمجھ بوجھ رکھتا ہے میں سمجھتا ہوں کہ بالکل کافی ہیں۔ اب مسائل اسلام کی نسبت مجھ کو کچھ کہنا ہے آپ سب صاحب بخوبی جانتے ہیں کہ اسلام کے مسائل دو قسم کے ہیں ایک منصوص اور دوسرے اجتہادی جو علماء نے اپنی نیک دلی اور نیک نیتی سے قائم کئے ہیں۔ دوسری قسم کے مسائل جو اجتہادیات کہلاتے ہیں اگر ان کا کوئی مسئلہ برخلاف ہو تو اس سے اسلام پر کوئی حرف نہیں آتا کیونکہ فی الحقیقت وہ ایک ایسے انسان یا مجتہد کا اجتہاد ہے جو سہو و خطا سے معصوم نہیں ہے۔

خود ائمہ مجتہدین نے بھی اس بات کو تسلیم کرلیا ہے کہ اَلْمُجْتَہِدُ یُخْطِئُ وَقَدْ یُصِیْبُ۔ اس سبب سے ہم کو علماء کے اجتہادی اور قیاسی مسائل پر بحث کرنی فضول ہے ممکن ہے کہ وہ صحیح ہوں اور ممکن ہے کہ وہ غلط ہوں۔ ہم اسلام کے طرفدار ہیں نہ فلاں وبہمان کی رائے و اجتہاد کے۔ اگر ان میں غلطی ہے تو اس سے اسلام کو کچھ مضرت نہیں۔ اگر وہ صحیح ہیں تو اسلام کو اس پر فخر کرنے کی ضرورت نہیں۔ منصوص مسائل کو نیچر انسانی کے مناسب ثابت کرنے کو ہم موجود ہیں نہ کسی نقلی دلیل سے نہ اپنے ہاں کے عالموں کے قول سے نہ مجتہدوں کی براہین اجتہادیہ سے بلکہ نیچر سے۔ ہم ان مسائل کو اسی علم سے ثابت کرنے کو تیار ہیں جس علم کے پڑھنے سے اُن لوگوں کے دلوں میں شبہے پیدا ہوئے ہیں۔ یہ ہمارا دعویٰ لوگوں کے خیال میں کیسا ہی ہو اور گو بعض لوگ اس کو ناممکن سمجھتے ہوں مگر جو کچھ ہمارے دل میں ہے اور جس پر ہم کو یقین ہے اس کو بآوازِ بلند ہم کہہ رہے ہیں۔ ہماری سمجھ میں کوئی مسئلہ ٹھیٹ اسلام کا یا جو کچھ قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے کسی قدیم یا جدید علم کے برخلاف نہیں ہے نہ کوئی حکمت اس کو توڑ سکتی ہے نہ کوئی فلسفہ (چیرز) بیان کرتا ہوں کہ دنیا میں سوائے اسلام کے اور کوئی ایسا مذہب نہیں ہے جس کو حال اور پرانی تحقیقاتوں فلسفہ اور

نیچرل فلاسفی سے مقابلہ کرو اور سب طرح ٹھیک اور مضبوط پاؤ۔ بات صرف اس قدر ہے کہ حقیقت کبھی تبدیل نہیں ہوتی۔
ہاں بلاشبہ جس وقت فلسفہ کا طرز بدل جاتا ہے مباحثہ کے اصول بدل جاتے ہیں اور نئی دلیلوں کی حاجت ہوتی ہے۔
یہی سبب ہے کہ اگلے زمانہ میں جو دلائل ہمارے قدماء نے قائم کئے تھے اور اس زمانہ میں بکار آمد نہیں رہے ہیں اور
اس لئے ضرور ہے کہ نیا طریقہ بحث اختیار کیا جاوے۔ قرآن مجید جو تیرہ سو برس سے معجز یقین کیا جاتا ہے میں کبھی اس کو
معجز مانتا ہوں۔ مگر ہمارے قدماء نے صرف ایک اوپری دلیل اس کے معجز ہونے کی قرار دی تھی یعنی فصاحت اور کلام
کی عمدگی اور وہ بھی اس وجہ سے کہ آج تک کسی بشر سے نہ کسی فصیح و بلیغ سے اس کی ایک یا دس آیتوں کے برابر
بھی ویسا فصیح کلام نہیں کہا گیا۔ باوجودیکہ ان سے بطور مقابلہ کے کہا گیا کہ اگر کہہ سکتے ہو تو کہہ لاؤ۔ بلاشبہ میں بھی
قرآن مجید کو ایسا ہی فصیح و بلیغ تسلیم کرتا ہوں اور کیوں نہ تسلیم کروں جبکہ میں یقین کرتا ہوں کہ وہ خدا کا کلام اور
وحی متلو ہے اس کے الفاظ وہی ہیں جو خدا کی طرف سے رسول کے دل میں ڈالے گئے تھے اور رسول کی زبان سے
ہم لوگوں تک پہنچے۔ اور میں یہ بھی قبول کرتا ہوں کہ آج تک کسی بشر سے مثل اس کے نہیں کہا گیا۔ مگر میں اس
دلیل کو ایک خام دلیل سمجھتا ہوں اور جو الفاظ قرآن مجید میں اس امر کی نسبت آئے ہیں ان کا یہ مطلب قرار نہیں دیتا
ہوں۔ اور اگر یہ دلیل ایک دلیل ہونے کے رتبہ میں بھی ہو تو بھی ایسی نہیں ہے جو غیر معتقد لوگوں کے مقابلہ میں پیش
کی جاسکتی ہو اور ان کے دل کو تسلی دے سکتی ہو۔ میں ایک اور دلیل رکھتا ہوں جس کو میں اس دلیل سے زیادہ
مضبوط سمجھتا ہوں۔ وہ دلیل کیا ہے۔ وہ ہدایتیں انسان کے لئے ہیں جو قرآن مجید میں بیان کی گئی ہیں۔ کوئی اور
ہدایت اس کے مثل بے شک نہیں ہوسکتی میں اس کو بھی معجز بلکہ اصلی معجزہ قرآن مجید کا سمجھتا ہوں (چیرز) قرآن مجید
اس زمانہ میں نازل ہوا جو جاہلوں اور ناواقفوں اور ناتربیت یافتہ لوگوں کا زمانہ تھا وہ اس زمانہ کے جاہل لوگوں
کی ہدایت کے لئے بھی تھا اور ان اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ لوگوں کے لئے بھی تھا جو اس وقت کی دنیا میں تھے اور
جو آئندہ دنیا میں ہونے والے تھے ضرور تھا کہ اس کی ہدایتیں اس طرح پر بیان کی جاویں کہ اس سے ایک صحرائی
اونٹ چرانے والا بدو اور ایک اعلیٰ درجہ کا حکیم سقراط اور بقراط دونوں برابر فائدہ اٹھاویں دونوں برابر ہدایت پاویں۔
قرآن مجید ہی صرف ایسا کلام ہے جس میں یہ صفت موجود ہے اور جس سے مختلف درجوں بلکہ متضاد حیثیتوں کے لوگوں
کو یکساں ہدایت ہوتی ہے۔ ایک جاہل بدو یا ایک مقدس مولوی اس کے لفظی معنوں سے جیسی ہدایت پاتا ہے ویسا ہی
ایک [illegible] اسفر انہی الفاظ کے مقصود سے ویسی ہی ہدایت پاتا ہے اور کسی لفظ کو نیچر یا فلسفہ سے برخلاف نہیں پاتا کسی زبان
[illegible] لیٹن، عربی، فارسی، سنسکرت وغیرہ میں کوئی ایسی کتاب لکھ دو یا اگلے زمانہ کی لکھی ہوئی بتادو جس میں اعلیٰ
سے اعلیٰ مضامین فلسفہ و حکمت بھرے ہو[illegible]وں اور پھر نہایت دلکش اور سہل الفاظ میں اور پھر اس سے جاہل اور عالم
عامی اور فلسفی سب کو یکساں فائدہ حاصل ہو اور سب کے دلوں پر یکساں اثر ڈالے نہایت ناممکن ہے۔ مگر صرف

قرآنِ مجید ہی ایسا ہے جس میں یہ تمام خوبیاں موجود ہیں اور یہی اس کا اصلی اور سچا اور واقعی معجزہ ہے (چیرز) اس کے مسائل جیسے اس زمانہ میں سچے تھے جبکہ زمین ساکن مانی جاتی تھی ویسے ہی اب بھی سچے اور قابلِ تسکین میں جبکہ ساکن اور زمین گھومتی مانی جاتی ہے۔ یہودیوں کے پاس، عیسائیوں کے پاس، چینیوں کے پاس، ہندوؤں کے پاس بھی کتابیں ہیں جن کو وہ مقدس سمجھتے ہیں مگر بتاؤ کہ کس میں یہ صفت موجود ہے جو میں نے بیان کی۔ توریت میں ہے کہ یوشع کے لئے سورج ٹھہر گیا۔ اگر ایسا ہوا ہوتا تو تمام عالم کب کا برباد ہو چکا ہوتا۔ مگر قرآنِ مجید ایسی باتوں کے وعظ کرنے سے پرہیز کرتا ہے اور اگر وہ کچھ نصیحت کرتا ہے تو یہ کرتا ہے لَا تَبۡدِیۡلَ لِخَلۡقِ اللّٰہِ میر الیقین ہے اور گو کہ وہ ایک پیشین گوئی ہونے کے لحاظ سے قابلِ اعتراض ہو کہ اگر یہ حکمت و فلسفہ جو اس زمانہ میں سچی مانی جاتی ہے اگر آیندہ غلط ثابت ہو جیسے یونانی حکمت اب ثابت ہوئی ہے اور حکمت و فلسفہ کے بالکل نئے اصول سچے ثابت ہوں تو بھی میں دعویٰ کرتا ہوں کہ قرآن مجید ویسا ہی سچا ثابت ہوگا جیسا کہ اب سچا ہے اور غور کرنے کے بعد ثابت ہوگا کہ جو کچھ غلطی تھی وہ ہمارے علم کا نقصان تھا مگر قرآن ویسا ہی سچا تھا (چیرز) ہمارے قدیم مفسروں نے قرآن مجید پر اس کو یونانی حکمت اور علم ہیئت سے مطابق کرنے پر بہت زور ڈالا ہے۔ مگر جو لوگ خدا کی ہدایت کی روشنی سے قرآن پر غور کرتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ اس میں غلطی ہو وہ ان کی غلطی تھی نہ کہ قرآن مجید کی۔

اے بھائیو اے میرے دوستو! یہ ایک ایسا مشکل رستہ ہے جس پر چلنا دشواری سے خالی نہیں۔ مگر ضرور ہے کہ جو لوگ دینِ اسلام پر ہونے کا دعوے کرتے ہیں اس پر غور کریں۔ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ واقع میں اور لوگوں کا کام تھا نہ ایک جاہل آدمی کا جیسا کہ میں ہوں مگر جب کسی نے کہا تو میرے دل میں ایک تحریک پیدا ہوئی اور میں اس پر آمادہ ہوا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ تحریک میرے دل میں خدا نے ڈالی ہے۔ اگر میں بقدر اپنی طاقت کے اس میں کوشش نہ کروں تو خدا کو کیا جواب دوں گا۔ مگر افسوس اس بات کا ہے کہ لوگوں نے میرے مطلب اور میرے مقصد کو نہیں سمجھا اور چھوٹے چھوٹے اختلاف پر جو درحقیقت بالکل نئے بھی نہیں ہیں مجھ سے مخالفتیں جھوٹے جھوٹے اتہام لگا کر کیں۔ مگر آپ پرانے حالات پر غور کریں اور اگلے علماء کی کتابوں کو جن کا سب ادب کرتے ہیں بغور دیکھیں کہ ان میں باہم ایسے اصول ہیں جو ایک طرف کفر اور دوسری طرف اسلام تک پہنچتا ہے کس قدر اختلاف ہے۔ ایک فرقہ خدا کی رویت کا قائل ہے اور کہتا ہے کہ وہ منصوص ہے۔ دوسرا کہتا ہے کہ نہ یہ ممکن ہے اور نہ منصوص ہے۔ اہلِ سنت وجماعت ہی کا فرقہ خدا کے ہاتھ پاؤں آنکھ ناک کا قائل ہے اور اس کے عرش پر متمکن ہونے کا یقین کرتا ہے اور اس کو منصوص جانتا ہے دوسرا گروہ اس کے برخلاف ہے اور اس کو کفر سمجھتا ہے جبکہ قدیم سے اصولی مسائل میں قدیم علماء نے اس قدر اختلاف کیا ہے میرا کیا گناہ اگر میں ان قدیم علماء کے مقرر کردہ مسائل سے اختلاف کروں۔ وہ بھی آخر انسان تھے اور معصوم اور محفوظ عن الخطا نہ تھے — بلا حجت اور غیر مشتبہ منصوص مسائل ہیں جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ہیں جو خدا تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں فرض بتائے ہیں

ان کو میں بھی اسی طرح فرض سمجھتا ہوں جیسے ایک جاہل مسلمان یقین کرتا ہے لیکن جب ان پر مخالف کا حملہ ہوتا ہے تو ان کی لمیت اور اصلیت بتانی ضرور پڑتی ہے۔ اگر یہ بحث پیش آئے کہ ہاتھ مُنہ دھونے کو یعنی وضو کرنے کو عبادت سے جس کا تعلق دل سے ہے کیا تعلق ہے۔ حدث کے بعد بے محل منہ میں کلی کرنے سے کیا تعلق ہے۔ نماز کو جو ایک روحانی فعل ہے اٹھنے بیٹھنے سرنیچا اور سرین اونچے کرنے سے کیا علاقہ ہے تو بمجبوری ہم کو اس کی اصلیت اور نماز کے ارکان کی لمیت پر بحث کرنی ہوگی اور سمجھنا پڑے گا کہ وضو کیوں فرض کیا گیا ہے اور نماز کے ارکان کیوں قرار پائے ہیں اور اس کے بیان کے لئے منقولی سندیں کچھ کام نہیں آنے کی کیونکہ مشکک فی المذہب یا غیر مذہب والا ان کو نہ مانیں گا بلکہ ان کا بیان کرنا ایسی طرز پر لازم ہوگا جو عقل یا نیچر۔ انسان کی فطرت کے مطابق ہوتا کہ دوسرے کے دل کو تسکین ہو جاوے (چیرز) کیا غیر لوگوں کو یہ کہنا کافی ہوگا کہ یونہی حکم ہے۔ یونہی مانو۔

اے میرے بھائیو! یقین جس کا دوسرا نام ایمان ہے صرف کسی شخص کے کہہ دینے سے نہیں ہوتا۔ اگر میں آپ سے ایسی حالت میں کہ یہ نفیس ہال بلورین جھاڑوں، کنولوں، دیوارگیروں سے روشن ہو رہا ہے یہ کہوں کہ اس میں بالکل اندھیرا ہے تو کیا اس کہہ دینے سے آپ کے دل میں یقین بھی ہو جاوے گا۔ ہاں اگر آپ عقلمند ہیں اور واقعی مجھ کو قابلِ ادب اور میری بات کو قابلِ یقین سمجھتے ہیں تو آپ ضرور خیال کریں گے اور سوچیں گے کہ اندھیرے کے لفظ سے کیا مراد ہے اور جب اس کو آپ سمجھ جاویں گے تو اس وقت آپ کے دل میں سچا یقین ہوگا (چیرز) میرا یہی مطلب ہے اور میں اپنے بھائی مسلمانوں سے یہی چاہتا ہوں کہ قرآن مجید کو صرف زبان سے معجزہ نہ کہو بلکہ دل سے معجزہ جانو۔ اس لئے میں نے خیال کیا کہ ان کے سامنے ایسی چیزیں پیش کی جاویں جن سے ان کو اس کے معجزہ ہونے اور کم سے کم اس کے سچے ہونے کا یقین ہو جو کہ مجھ کو اس پر ایسا ہی یقین تھا اس لئے میں نے بے دھڑک اور بغیر اس خیال کے کہ وہ اگلوں کے مخالف ہے یا موافق اور بغیر علماء زمانہ کے کفر کے فتووں کے ڈر کے دنیا کو دکھانا چاہا کہ قرآنِ مجید اور اسلام یکساں انسان کی فطرت کے مطابق ہے (چیرز) میں اپنے مسلمان بھائیوں سے امید کرتا ہوں کہ اگر ان سے ہو سکے جو کچھ میں نے کہا ہے اس کی اصلاح کریں اور اگر مجھ سے کچھ غلطی ہوئی ہے تو معاف فرمادیں نہ یہ کہ مجھ کو ایک فرقہ کا موجد یا ایک نئے مذہب کا قرار دینے والا قرار دیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جو مسائل اسلام کے محقق ہیں جہاں تک مجھ سے ممکن ہے میں ان کی تصدیق کرتا ہوں۔ کیا تم کہہ سکتے ہو کہ یہ کوئی جدید مذہب ہے؟ میرا عقیدہ ہے کہ مذہب اسلام ایک مکمل اور آخری ہے۔ مجھ کو خدا کے اس قول پر یقین کامل ہے کہ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا مگر جب مفسرین خدا ان پر رحمت کرے اس تکمیل کے یہ معنے بتائیں کہ خدا نے فلاں جانور کو حلال اور فلاں جانور کو حرام بتا کر دین کو کامل کر دیا ہے تو میں ان سے مخالفت کرتا ہوں گو کہ وہ فخر الدین رازی ہوں یا ملا علی نیشاپوری یا ان سے بڑھ کر اور کوئی اور ان بزرگوں کی خدمت میں عرض کرتا ہو کہ جناب اگر یہی معنے تکمیل دین کے

ہیں تو سلام۔ میں کہتا ہوں کہ یہ تفسیر غلط ہے۔ دین اسلام خدا کی توحید کے کامل طور پر بتانے سے اس کے ہر ایک فروع و اصول کو روشن کر دینے سے مکمل ہوا ہے اور یہی تکمیل دین کی ہے اور اسی تکمیل کے سبب وہ آخری دین ہے اور اسی تکمیل کے سبب قیامت تک بلکہ قیامت کے بعد بھی بغیر تبدیل کے قائم رہے گا (چیرز)۔

اب میں اُن بعض احکام کی نسبت کچھ کہنا چاہتا ہوں جو قرآنِ مجید میں مذکور ہیں۔ مثلاً نماز میں سمجھتا ہوں کہ انسان میں جو فطرت خدا نے رکھی ہے اسی کے لحاظ سے نماز کو فرض کیا ہے جس سے یہ مراد ہے کہ معبود کی یاد دل میں رہے اور انسان اس کو بھول نہ جاوے اپنا دلی نیاز اور تذلل اس کے سامنے ادا کرتا رہے یہی اصل جزو نماز کا ہے جو خدا نے فرض کیا ہے۔ مگر اس لئے یہ فرض کیونکر ادا ہو اس کے لئے ارکان مقرر کئے ہیں جو حقیقت میں اس کے اصلی جزو نہیں ہیں بلکہ اس کے محافظ ہیں اور محافظ ہونے کی حیثیت سے اصلی جزو سے جدا نہیں ہو سکتے اور اسی لئے اصلی جزو میں داخل ہو گئے ہیں اور بطور اصلی جزو کے وَاجِبُ الْاَدَا ہو گئے ہیں۔ اس کی تمیز اس صورت میں بخوبی ہو سکتی جب انسان پر سے اُن ارکان کا ادا کرنا جو بطور محافظ اصلی رکن کے تھے ساقط ہو جاتا ہے۔ عذر کی حالت میں وضو کی فرضیت نماز میں قیام و قعود و سجدہ کی فرضیت حتّٰی کہ قرأت کی فرضیت بھی ساقط ہو جاتی ہے مگر توجہ الی اللہ اور اُس دلی نیاز و تذلل کا ادا جو اصلی رکن نیاز کا تھا جب تک کہ انسان ہوش ہے اور اس کا سانس چلتا ہے ساقط نہیں ہوتا۔ پس صاف روشن ہے کہ جو رکن ساقط ہوتے گئے وہ دراصل اصلی نہ تھے وہی رکن اصلی تھا جو کسی وقت جب تک کہ انسان ہے ساقط نہیں ہوا (چیرز) اب کون کہہ سکتا ہے کہ یہ طریقہ نماز کا خلاف نیچر یا انسانی فطرت کے برخلاف ہے (چیرز)۔

ہاں یہ بحث باقی رہتی ہے کہ نماز میں یہ ارکان کیوں مقرر کئے گئے اور ان ارکان مقررہ کو فطرتِ انسانی سے کیا مناسبت ہے۔ مگر میں کہوں گا کہ ہاں فطرتِ انسانی سے مناسبت ہے مگر میں اس وقت دوسرے فلسفیانہ طریقہ سے اس کا جواب دوں گا۔ اگر ہم کوئی دوسرے ارکان اس فرض کے ادا کرنے کے لئے مقرر کریں تو جو سوال ان مقررہ ارکان کے مقرر کرنے پر وارد ہوتا ہے وہی سوال ان ارکان کے مقرر کرنے پر وارد ہو گا اور عَلٰی ھٰذَا الْقِیَاسِ اِلٰی غَیْرِ النِّھَایَتِ۔ پس ایسا کرنا جو عَامَۃٌ اَبُوْ مُوْدِ ہو ذی عقل انسان کا کام نہیں ہے۔ البتہ یہ بات پیش کرنی چاہیئے کہ ان سے عمدہ دوسرے رکن مقرر ہو سکتے تھے مگر میں یقین کرتا ہوں کہ کوئی شخص ان ارکان سے بہتر جس میں تمام اعضائے اندرونی و بیرونی تمام قوائے ظاہری و باطنی تمام طریقہ ادب و تذلل جسمانی و روحانی ادا ہوتے ہیں اور جو انسان بمقتضائے فطرت انسانی مؤثر ہوتے ہیں اور کوئی ارکان نہیں بتلا سکتا (چیرز)۔

میں نے مختصر طور پر اپنے تمام خیالات جو مذہب اسلام کی نسبت ہیں آپ کے سامنے ظاہر کئے ہیں اور یہ بات بھی بتائی ہے کہ جو جدید طرز تائید مذہب اسلام کی اور مباحثہ کی میں نے اختیار کی ہے اس کا کیا سبب ہے اور اس بات کو بھی جتایا ہے کہ مجھ کو علماء متقدمین سے اختلاف کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی ہے۔ اس بات کے بیان کرنے کو کہ

خود علماء متقدمین آپس میں کن کن باتوں میں مختلف ہیں اور میں نے کن کن امور میں علماء متقدمین سے اختلاف کیا ہے اور ان میں سے کتنی باتیں ایسی ہیں جن میں بعض متقدمین علماء نے بھی وہی مسلک اختیار کیا ہے جو میرا ہے۔ اور کتنے ایسے ہیں جن میں میں منفرد ہوں اور کل علماء متقدمین کے برخلاف ہیں۔ ایک بہت بڑی فرصت چاہیئے۔ مگر جس قدر میں نے اس وقت بیان کیا اس کے بعد اس بات کا تصفیہ کہ جو کچھ میں نے کیا ہے آیا وہ اسلام کی تائید ہے یا نہیں آپ صاحبوں کے اوپر چھوڑتا ہوں۔ اب میں اخیر میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جو تائید اسلام کی میں نے اپنی دانست میں اختیار کی ہے وہ اس وجہ سے نہیں کی کہ میں مسلمان ہوں اور مسلمان کے گھر میں پیدا ہوا ہوں اور خواہ مخواہ مجھ کو اسلام کی تائید کرنی چاہیئے۔ میں اس بات کو اچھا نہیں سمجھتا۔ جو شخص جس مذہب میں پیدا ہوا ہے خاموشی سے اس میں چلے جانا دوسری بات ہے اور اس کی تائید پر مستعد ہونا دوسری بات ہے۔ پچھلی بات اس شخص کو زیبا نہیں ہے جس نے خود پورا یقین اس پر نہ کر لیا ہو۔ میں نے خالی الذہن ہو کر اسلام پر بہت کچھ غور کیا ہے اور نہایت غور و فکر کے بعد میرے دل میں اس بات کا یقین ہوا ہے کہ دنیا میں کوئی مذہب سچا ہے تو وہ اسلام ہی ہے اور میں اس دلی یقین پر اس کی تائید کرتا ہوں نہ اس وجہ سے کہ میں مسلمان کے گھر میں پیدا ہوا ہوں اور مسلمان ہوں (چیرز بہت زور سے)۔

(صـ۴۴ کا فٹ نوٹ)

قرآن کی رُو سے انسان کی فطرت نہیں ہوتی۔ فطرت ہوتی ہے جانوروں کی اور بے جان چیزوں کی۔ جیسے آگ کی فطرت ہے حرارت پہنچانا۔ پانی کی فطرت ہے ڈھلان پر بہنا۔ شیر کی فطرت ہے گوشت کھانا۔ بھوکا مر جائے گا مگر گھاس نہیں کھائے گا۔ بکری بھوکی مر جائے گی مگر گوشت نہیں کھائے گی۔ اگر فطرت سے عادت، خو و خصلت مراد لیں تو یہ تبدیل ہو سکتی ہے اسی لئے تو پیغمبر آتے رہے اور ان کی تبلیغ سے لوگ آباء و اجداد کا مذہب چھوڑ کر ایمان لاتے رہے۔

پرویز صاحب

متعارف تو مفکرِ قرآن کی حیثیت سے ہیں، لیکن بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ وہ کون کونسی ہوش ربا اور حیرت فروش منزلوں سے گذر کر اس چشمۂ نورِ حیات تک پہنچے ہیں۔ ان کا بچپن، تصوف کے خواب آور گہوارہ میں گذرا۔ جب ان کے شعور نے آنکھ کھولی تو ان کے دل میں خلش پیدا ہوئی کہ معلوم کیا جائے کہ تصوف کی اصل و بنیاد کیا ہے۔ جسے مشاہدہ حقیقت کہا جاتا ہے اس کی کنہ و ماہیت کیا ہے۔ وارداتِ قلبی کا سرچشمہ کونسا ہے۔ مختلف ریاضتوں اور مراقبوں سے جو روحانیت حاصل ہوتی ہے اس کی نوعیت کیا ہے۔ تعویذوں اور گنڈوں میں اثر کیسے پیدا ہوتا ہے۔ کرامات کس طرح سرزد ہوتی ہیں۔ یہ اور اسی قسم کے سینکڑوں سوالات ان کے سینے میں اُبھرے جن کے حل کی تلاش میں وہ برسوں صوفیاء کرام کی درگاہوں اور خانقاہوں، ہندو سادھوؤں کی سمادھیوں اور سنیاسیوں کے روگ آشرموں میں سرگرداں رہے اور اس طرح جو کچھ پڑھا تھا اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ جو کچھ سُنا تھا اس کا ذاتی مشاہدہ کر لیا۔ ان واردات و مکاشفات کا علم و تجربہ حاصل کرنے کے بعد وہ دانشِ نورانی (کتاب اللہ) کے سنگِ آستاں پر سجدہ ریز ہوئے۔

انہوں نے اپنی ان آستاں نوردیوں اور خانقاہ پیمائیوں کی سرگذشت اور خود تصوف کی تاریخ کو اپنے مخصوص دلآویز انداز میں اپنی شہرۂ آفاق تصنیف

تصوّف کی حقیقت

میں منضبط کر دیا ہے۔ اس کے دو حصے ہیں ــ حصہ اوّل، تصوف اور اسلام ــ حصہ دوم، تصوّف اور اقبالؒ ــ مستور حقیقتوں کا آئینہ اور سربستہ رموز و اسرار کا گنجینہ۔ اعلیٰ اور سٹوڈنٹ دونوں ایڈیشن میں دستیاب ہے۔

مینجر طلوعِ اسلام ٹرسٹ

تاریخ الامت از علامہ اسلم جیراجپوری

فرقوں کی آمیزش سے پاک، علامہ اسلم جیراجپوری اسلام کی تاریخ بیان کرتے ہیں مکمل سات حصے ایک ہی جلد میں
اکٹھے کر دیئے گئے ہیں۔ قیمت 330 روپے

تاریخ اسلام کا جائزہ قرآن کی روشنی میں علامہ اسلم جیراجپوری

اسلام کی تاریخ کے بعد، علامہ اسلم، اسلامی تاریخ کا قرآن کی روشنی میں جائزہ لیتے ہیں۔ قیمت 60 روپے

احکام الفرقان از پروفیسر رفیع اللہ شہاب

قرآن مجید کے تمام احکامات کی آسان زبان میں وضاحت کی گئی ہے۔ قیمت 350 روپے

قرآن اور فنون لطیفہ از عطاء اللہ پالوی

عطاء اللہ پالوی ثابت کرتے ہیں کہ قرآن کی رو سے گانا بجانا، رقص و موسیقی، مجسمہ سازی شعر و شاعری حرام نہیں
ہیں جیسا کہ ہمارے علماء بتاتے ہیں۔ قیمت 100 روپے

ملا یا اسلام از علی حسن مظفر

حضور کی زندگی کا مقصد نظام عدل کا قیام تھا نہ کہ عبادات پروفیسر صاحب نظام عدل کی وضاحت کرتے ہیں۔
قیمت 80 روپے

بہبود آبادی کا اسلامی تصور از پروفیسر رفیع اللہ شہاب

خاندانی منصوبہ بندی۔ قرآن، حدیث اور فقہ کی رو سے علماء کے تمام اعتراضات کا جواب۔ قیمت 50 روپے

تمام کتب پر 33% رعایت

دوست ایسوسی ایٹس

الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

یہ کتب ادارہ طلوع اسلام سے بھی دستیاب ہیں۔

بچّوں کا صفحہ

اسلامی معاشرت
علامہ غلام احمد پرویزؒ

امانت

امانت کی واپسی جو چیز کسی کے پاس رکھی جاتے اسے امانت کہتے ہیں۔ امانت کا مالک وہی ہوتا ہے جو اس چیز کو تمہارے پاس رکھتا ہے۔ اس لئے جب وہ اپنی امانت واپس مانگے تو اسے بلاحیل وحجت واپس کر دو۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَہْلِہَا (۴/۵۸)

"اللہ تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے کہ جس کی امانت ہو اسے اس کی امانت واپس دے دیا کرو۔"

راز کی بات امانت صرف روپے پیسے کی نہیں ہوتی۔ اگر کوئی شخص تم پر بھروسہ کرکے اپنی کوئی راز کی بات تم سے کہتا ہے، اس میں بھی خیانت نہیں کرنی چاہیئے (لیکن یہ دیکھ لینا چاہیئے کہ اس میں کوئی جرم کی بات نہ ہو)۔

ذمّہ داری اسی طرح جو کام تمہارے سپرد کیا جاتا ہے وہ بھی امانت ہوتی ہے۔ اسے بھی پوری ذمّہ داری کے ساتھ کرنا چاہیئے۔ جو شخص حکومت کا کوئی کام اپنے

ذمے لیتا ہے (خواہ وہ وزیر اعظم ہو یا چپڑاسی) اسے بھی اس فریضہ کو امانت سمجھنا چاہیئے اور پوری پوری دیانتداری اور ذمہ داری سے اسے پورا کرنا چاہیئے۔

قومی امانتیں اسی طرح حکومت کے کام بھی ان ہی لوگوں کے سپرد کرنے چاہئیں جو ان کے اہل ہوں۔ جن میں ان کی صلاحیت اور قابلیت ہو۔ کسی نااہل کو کوئی ملازمت یا حکومت کا منصب دے دینا امانت میں خیانت کرنا ہے۔ جو آیت اوپر درج کی گئی ہے اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے۔ یعنی

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا (۴/۵۸)

"اللہ تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے کہ (قوم کی امانتیں ان لوگوں کے سپرد کیا کرو جو ان کے اہل ہوں۔"

نوٹ:۔ آجکل عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص کسی کے خلاف کوئی بات آپ سے کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس بات کو آگے تو پہنچا دو لیکن میرا نام نہ لینا۔ یہ بہت بری بات ہے۔ اس سے کہہ دو کہ اگر مجھ سے بات کرو گے تو میں تمہارا نام ضرور لے دونگا۔ تم جب اس شخص کے خلاف ایک بات کرتے ہو تو تم میں اتنی جرأت ہونی چاہیئے کہ پوری جرأت سے بات کرو۔ تم جو اپنا نام چھپانا چاہتے ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بات سچی نہیں جھوٹی ہے۔

طلوعِ اسلام لاہور

طلوعِ اسلام لاہور

علامہ غلام احمد پرویزؒ

کا درسِ قرآن کریم مندرجہ ذیل مقامات پر ہوتا ہے

شہر	مقام	دن	وقت
۱۔ ایبٹ آباد	۵۹۵ کے۔ ایل کیہال۔ رابطہ: شیخ صلاح الدین	جمعۃ المبارک	۱۰ بجے صبح
۲۔ بورے والا	بر مکان محمد اسلم صابر مرضی پورہ گلی نمبر ۵۔ رابطہ فون: ۲۴۳۸	ہر ماہ پہلا تیسرا جمعہ	۹ بجے صبح
۳۔ پشاور	دفتر جناب عبداللہ ثانی صاحب ایڈووکیٹ، کابلی بازار۔ رابطہ ۲۷۰۴۲۱	ہر بدھ و جمعہ	۵ بجے شام
۴۔ پشاور	بر مکان ابن امین فقیر آباد	جمعۃ المبارک	۴ بجے شام
۵۔ بیرمل	مکان نمبر ۱۴۰/۱۳۹۔ مدینہ پارک	ہر ماہ پہلا جمعہ	۹ بجے صبح
۶۔ پنج کسی	بر مطب حکیم احمد دین	جمعۃ المبارک	۲ بجے سہ پہر
۷۔ جہلم	بر مکان محترم قمر پرویز مجاہد آباد، جی۔ ٹی روڈ	جمعۃ المبارک	۶ بجے شام
۸۔ جلالپور جٹاں	یونائیٹڈ مسلم ہسپتال	جمعرات	۱۰ بجے صبح
۹۔ چنیوٹ	ڈیرہ میاں احسان الٰہی کونسلر بلدیہ، پیر کھٹہ بازار	جمعۃ المبارک	۳ بجے بعد نمازِ جمعہ
۱۰۔ چک ۲۱۵ ای۔ بی	بر مکان چوہدری عبدالحمید	//	۸ بجے صبح
۱۱۔ حیدر آباد	گولڈن سینٹری، عثمان آباد	//	۱۰ بجے صبح
۱۲۔ رجانہ	بر مکان چوہدری ایس۔ ایم صادق، مین بازار	ہر ماہ تیسرا جمعہ	۱۰ بجے صبح
۱۳۔ سرگودھا	۶۰۔ اے سول لائنز ریلوے روڈ۔ رابطہ فون: ۷۲۰۰۸۳	جمعۃ المبارک	۹ بجے صبح
۱۴۔ سیالکوٹ	محمد افضل علجی، ایبٹ روڈ۔ رابطہ فون: ۸۷۶۵۸	پہلا اور دوسرا جمعہ	۱۰ بجے صبح

شہر	مقام	دن	وقت
۱۵۔ فیصل آباد	۲۳۔ سی پیپلز کالونی (نزد تیزاب مل) رابطہ: ڈاکٹر محمد حیات ملک۔ فون۔ ۴۲۸۵۵	ہر جمعہ	۳۰۔۳ بجے شام
۱۶۔ فیصل آباد	ڈاکٹر طارق عزیز فاؤنڈیشن B/۸۳۵ سول کوارٹرز غلام محمد آباد۔ رابطہ فون: ۳۲۰۷۰۱ / ۶۸۰۸۳۵	〃	۳۰۔۳ بجے شام
۱۷۔ کوئٹہ	صابر ہومیو فارمیسی توغی روڈ	جمعۃ المبارک	۴ بجے سہ پہر
۱۸۔ کراچی	سنو وائٹ کمرشل کمپلیکس (فرسٹ فلور) شاہراہ فیصل (نزد بلوچ کالونی سگنل) فون: ۵۷۲۲۵۱ ـ ۵۴۷۳۲۹	〃	۳۰۔۹ بجے صبح
۱۹۔ کراچی	مکان ۱۶ گلشن مارکیٹ، C/۳۶ ایریا کورنگی ۵ رابطہ: محمد سرور، فون: ۳۱۲۶۳۱	〃	۳۰۔۱۱ بجے صبح
۲۰۔ کراچی	مکان ۲۸۲۔ E قصبہ کالونی نزد لودھی ہاؤس رابطہ: ڈاکٹر اسلم نوید۔ فون: ۶۶۶۰۵۷۸	〃	۴ بجے سہ پہر
۲۱۔ کراچی صدر	فاروق ہوٹل ہال۔ ایاز حسین انصاری رابطہ فون: ۴۵۷۱۹۱۹	〃	۱۰ بجے صبح
۲۲۔ کراچی	مکان ۱۲۰۶، گلی ۱۰، اے بی ۳۶، شریف کالونی۔ لانڈھی رابطہ: لطیف، فون: ۳۱۰۳۱۶۱	اتوار	۸ بجے شب
۲۳۔ کوہاٹ	برمکان شیر محمد، نزد جناح لائبریری	جمعۃ المبارک	۸ بجے صبح
۲۴۔ گوجرانوالہ	شوکت نرسری گل روڈ، سول لائنز	〃	بعد از نماز جمعہ
۲۵۔ گجرات	مرزا ہسپتال، کچہری روڈ	جمعرات	۳ بجے
۲۶۔ لاہور	۲۵۔ بی گلبرگ ۲ (نزد مین مارکیٹ)	جمعۃ المبارک	۹ بجے
۲۷۔ لیہ	رحمانیہ میڈیکل سنٹر	〃	بعد نماز مغرب
۲۸۔ ملتان	شاہ سنز بیرون پاک گیٹ	〃	۹ بجے صبح
۲۹۔ جوہر آباد	برمکان حکیم فاروق شاہ قاضی کالونی	〃	بعد نماز جمعہ
۳۰۔ ماموں کانجن	برمکان ڈاکٹر (ہومیو) محمد اقبال عامر چک ۵۰۹ گ ب	〃	〃
۳۱۔ ڈی جی خان	مدینہ ٹائپنگ کالج، بلاک ۲، کچہری روڈ	〃	۳ بجے سہ پہر
۳۲۔ راولپنڈی	برمکان ملک فضل کریم ۳، ملت کالونی کھنا سکھ سٹیٹ۔ رابطہ: چوہدری نثار احمد، ہائی وے آلو گوال منڈی فون ۴۷۵۲۷	〃	۳۰۔۳ بجے شام

DARS-E-QURAN

(Recorded Lectures of Allama Ghulam Ahmed Parwez (r)

BOOKS AND MAGAZINE TOLU-E-ISLAM ARE ALSO AVAILABLE AT THE FOLLOWING PLACES.

1. **BIRMINGHAM** — Sunday 3 PM
   229 Alum Rock Road

2. **CANADA** — Sunday 11 AM
   P.O.Box 21115, Jane Finch Pro
   3975 Jane St. Downsview ONT M3N 3A3

3. **DENMARK** — Last.Sat 2.PM
   Herninggade 8, St th.,
   2100 Copenhagen 0

4. **KUWAIT** — Friday 6:15PM
   Residence Ubaid-Ur-Rahman Arain
   Phone 5316273

5. **LONDON** — 1st Sun 2.30 PM
   76 Park Road Ilford Essex
   Phone 081-553-1896

6. **NORWAY** — 1st Sun 4PM
   Akeberg Veien-56 -Oslo-6
   Galgeberg, 4th floor

7. **YARDLEY** — Last Sun 2PM.
   633 Church Road, Yardley, Birmingham
   B33 8HA (Phone 021-628-3718)

8. **ESSEX** — 2nd.Sun 3 PM
   50 Arlington Road
   Southend-on-Sea ESSEX SS2 4UW,Phone 0702-618819

9. **YORKSHIRE** — 1st Sun 3 PM
   Cardigan Community Centre
   145-49 Cardigan Road LEEDS-6
   Contact M.Afzal 0532-306140, 0274-664620

A woman once came to the Prophet (PBUH) and complained,"My father had forced me to marry my cousin in order to raise his own status. "The Prophet (PBUH) told her that she was free to dissolve this marriage and choose whoever she wished to marry. She replied. "I accept my father's choice but my aim was to let the people know that father have no right to interfere in their marriages." (Ahmad, Nasai, Ibn Maja).

In contrast to men who are obliged to provide for their wives women have the right to keep their property and wealth-whether earned or inherited and spend it as they please. Their husbands have no control over this wealth.

Because Islam is a comprehensive way of life the rights of everygroup and every individual are balanced and so the hatred for men that many feminists preach is totally alien to Islamic teachings. The Quran speaks of men and women coming from each other being graments for each other and being bound together by love and mercy. Islam teaches mutual co-operation to form a harmonious and just society the foundation of which is a stable family life.

Miss Ambereen Hussain (Salford)is a University student in UK. Ed

گوہرہائے تابدار

- صحت کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ آدمی ہر دن کو سال کا بہترین دن سمجھے۔
- فرائض کی ادائیگی ہی حقوق کے تحفظ کی ضمانت ہے۔
- وہ جسے الفاظ کی قدر و قیمت کا علم نہیں وہ انسانوں کو کبھی نہیں جان سکتا۔
- جب ہم دوسروں سے اچھا برتاؤ کرتے ہیں تو اپنے ساتھ بہترین برتاؤ کرتے ہیں۔
- جو علم میں آتا رہتا ہے وہی دماغ میں محفوظ رہتا ہے۔

(مرتبہ ثریا عندلیب)

WOMEN

(By Miss Ambereen Hussain)

What rights have Muslim women? Contrary to popular belief women have more "rights" and are given the most restpect in Islam compared to any other religion or Ideology. This article aims to expand and clarify this idea by presenting just some of the rights enjoyed by women in Islam.

Firstly, mothers have more rights on their children than do fathers. A man came to the Prophet (Peace be Upon Him) and asked, "O Messnger of Allah who is the person who has the greatest rights on me with regards to kindness and attention? He replied, "your mother"."Then who?" He replied. "Your Mother". "Then who? Again he replied, "Your Mother". "Then who? "Your father." (Ahmad, Abu Dawud).

Women are at liberty to express their opinions, and freedom of expression is best demonstrated by a famous incident involving Hazrat Umar, the second Caliph. (May Allah be pleased with him)

Huzrat Umar was once standing on the pulpit severely reprimanding the people and ordering not to set excessive amounts of dower at the time of marriage. A women got up and shouted," Umar! you have no right to intervene in a matter which Allah has already decreed in the Quran."

But if ye decide to take one wife in place of another even if ye had given the latter a whole treasure for dower, take not the least bit of it back: would ye take it by slander and a manifest sin? (Quran 4.20)

After being reminded of this verse Hazrat Umar withdrew his order, saying, "I am in the wrong and she is correct."

Concerning the often misrepresented subject of marriage, Muslim women are free to choose their husbands, the guardian of the girl plays an important role in her marriage such as finding a suitable match for her. But under no circumstance does this allow him to force his choice on her against her wishes.

success can be achieved quicker and with these three attitudes you can even lead your profession;

نگہ بلند، سخن دلنواز، حال پرُسوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لئے

Visualise a big bright future
Speak gently, have heart full of passion;
Once you have acquired these attitudes,
You are ready to lead your profession.

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

Deeds shape life, leading to heaven or Hell
Man, by nature is neither angel nor devil

خبر نہیں کیا ہے نام اس کا خدا فریبی یا خود فریبی
عمل سے فارغ ہوا مسلماں بنا کے تقدیر کا بہانہ

Does he dupe God or dupe his self alone,
When he left practice to fate's plea he owns?

ہزار کام ہیں مردانِ حُر کو دنیا میں
انہی کے ذوقِ عمل سے ہیں امتوں کے نظام

Free man have thousands of pursuits
Nations progress through great zeal and strife.

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتحِ عالم — جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

A stron faith, persistnce and love,
Can win the hearts of those you admire
These three attributes can make you succeed
In every undertaking of your desire.

7. Laws of visualization, communication and passion to succeed.

To reinforce all these laws, you must believe in the power of Visualization. The meaning of that word is very simple it has to do with being able to see in your mind's eye that which you mean to manifest in you life. You should form a complete picture of yourself as a success in your chosen fied and hold that picture in your mind. Build it up over weeks and months until you can see it in detail. and it is just as real to you as the external world in which you are living at present.

Iqbal touches on another law of success. You will find that what you visualize, in other words what can be visualized can be by adding two other ingredients of success, namely, gentle, sweet and pleasant conversation with others and EMOTION,

The problem is not hard to solve,
O man endowd with insight great:
We are to obey dictates of God,
Or submit to decrees of Fate-6

اک آن میں سو بار بدل جاتی ہے تقدیر
ہے اس کا مقلد ابھی ناخوش ابھی خورسند

The Wheel of Fate spins a hundred times
Within a twinking of the eyes:
He, who follows freaks of Fate,
Anon is down and anon is high.

تقدیر کے پابند نباتات و جمادات
مومن فقط احکامِ الٰہی کا ہے پابند

Herbs, vegetables and minerals alike
Adhere to what Fate preordains:
But the believer true obeys laws of God,
All else abhors and much disdain. 1

6. Law of Action and Persistence.

For whatever you wish to accomplish, you will need some form of specialised knowledge. This probably means that you have to study. You must show an interest in this. Many people would like to accomplish something or other. It is not a matter of wishing, but one of WILLNG. If you need specialised knowledge, start to acquire it now. Then keep on studying until you have acquired all that you need for your job or profession.

Do not find an alibi, Instead, get to work and construct a set of definite plans for the accomplishment of your purpose, and then go on ACTION AND PERSISTING untill you accomplish your aim, Iqbal's message is full of admiration for ACTION AND PERSISTENCE:

جب اس انگارۂ خاکی میں ہوتا ہے یقیں پیدا   تو کر لیتا ہے یہ بال و پرِ روح الامیں پیدا

When a human being develops faith in himself.
He gets power like the power of Gabreal's wings (2)

In Armaghan-i-Hijaz he guotes again that with faith you can achieve any thing:

مقامِ شوق بے صدق و یقیں نیست
یقیں بے صحبت روح الامیں نیست
اگر از صدق و یقیں داری نصیبے
قدم بے باک نہ کس در کمیں نیست

In Truth and Certitude lies love,s place;
No certitude lies without Gabrael's face.
If truth and certitude lie in your heart,
Take a daring step none chases your cart.

5. **Your Destiny is in your hands.**

You must never trust to luck to help you achieve your goals, says Iqbal. Something that appers to be like luck does sometimes seem to play a part in the success of a person's life. But examined more closely, this often turns out not to be so, and that it was some other principle at work. It only seemed to be luck. He wants you to get fixed firmly in your mind-NEVER TRUST TO LUCK:

تو اپنی سرنوشت اب اپنے قلم سے لکھ   خالی رکھی ہے خامۂ حق نے تیری جبیں

Now you prescribe your goal with your oun pen;
The divine pen left your forehead wide open.

The secret of the Self's destiny is unfolded by Iqbal in these words:

تو اگر دیگر شوی او دیگر است   خاک شو نذرِ ہوا سازد ترا
سنگ شو بر شیشہ انداز د ترا
شبنمی افتندگی تقدیر تست   قلزمی پابندگی تقدیر تست

If you change, it changes in relation to you;
If you feel like dust, it consigns you to the wind.
If you want to be stone, it hurls you against glassware.
If a dew-drop, downward you would
If an ocean, permancence is youth destiny
Iqbal finally solves the problem of fate in his poem called, Decrees of God:

پابندگیٔ تقدیر کہ پابندیٔ احکام   یہ مسئلہ مشکل نہیں اے مردِ خرد مند

If you read all his verses on Desire, you will find the following method by which the spiritual value of desire will co-relate its object in tangible form.

First. Fix in your mind the exact goal want to achieve.
Second. Determine exactly what you intend to give in return for your goal.
Third. Establish a definite date when you intend to reach your goal.
Fourth. Create a definite plan for carrying out your desire.

پاک ہوتا ہے ظن و تخمیں سے انساں کا ضمیر
کرتا ہے ہر راہ کو روشن چراغِ آرزو

Fifth. Write out a clear and concise statement of your goal and never lose sight of this goal. Read it out to yourself as often as possible, As you read see feel and believe yourself already successful. This is so because desire is a spirtual lamp that shows the way. He describes:

When conseience of man is free of doubts own,
Each path is lucent with desire's lamp alone.

4 The Principle of Faith or Conviction.

In order to succeed in life, you must have faith, says Iqbal, in what you are doing and in your eventual success. There is no place at the top for those whose minds are filled with vague desires. You must have absolute certainty that what you mean to accomplish will eventually manifest itself in your life. It is no easy thing to develop such a strong faith. However, if you keep on reading and studying my verses on faith or conviction eventually acquire faith in yourself and consequently will accomplish your desires.

یقیں مثلِ خلیل آتش نشینی — یقیں اللہ مستی، خود گزینی
سن اے تہذیبِ حاضر کے گرفتار — غلامی سے بتر ہے بے یقینی

Faith is like Abraham at the stake: to be
Self-honouring and God-drunk, is faith.Hear me.
You whom this age's ways so captivate
To have no faith is worst than slavery.

Iqbal again states in Bang-i-Dara about the power of conviction:

nationality etc, and also against begging, fear and a slavish mentality. These nagative thoughts are nothing but the absence of positive thinking. If you expect the best you will get best in this life.

Positive affirmations will keep you always on the road to success. Therefore remember this verse by heart:

رہے گا تو ہی جہاں میں یگانہ و یکتا   اُتر گیا جو ترے دل میں لاشریک لہٗ

If this truth that God's laws of the Self are also immutable.
Sink down in the inner part of your heart,
You should excel in grandeur all,
In world affairs shall play great part.

3. The concept of Goal Setting.

A lot of people do not know, says Iqbal, exactly what they want in this life. They just have vague ideas about their goals and that is why they do not achieve success. In Armaghan-i-Hijaz he has this to say regarding indecisive goals:

آرزو اوّل تو پیدا ہو نہیں سکتی کہیں   ہو کہیں پیدا تو مر جاتی ہے یا رہتی ہے خام

Either in his heart a goal does not lie
If he has a goal, it would be raw or die.

In order to achieve your goal, he says, you have to be specific about it, make plans to achieve it, never lose sight of it and believe that you will achieve it, persist in your specific plan and you will surely achieve it, because then you have fulfilled all the laws of nature for achieving goals and nature never fails a person who acts according to its laws. only these verses are quoted here form his famous poem on the subject of desire in the secets of the Self:

زندگانی را بقا از مدعاست   کاروانش را درا از مدعاست
زندگی در جستجو پوشیدہ است   اصل او در آرزو پوشیدہ است
آرزو را در دل خود زندہ دار   تا نہ گردد مشت خاک تو مزار

Life in preserved by purpose:
Because of the goal its caravan-bell, tinkles.
Its origin is hidden in the desire
Keep deeire alive in your heart,
Lest your little dust becomes a tomb.

اب ترا دَو ں آنے کو ہے اے فقرِ غیور
کھا گئی روحِ فرنگی کو ہوائے زر و سیم

O Self-respecting Faqr, your time is fast coming:
The greed for gold and silver has sapped the spirit of Western nations.

He has written hundreds of verses on Faqr, explaining what he means by Faqr and how this factor helps human beings to become successful in present and in future. He quotes:

اک فقر سکھاتا ہے صیاد کو نخچیری!
اک فقر سے کھلتے ہیں اسرارِ جہانگیری

One Faqr teaches the hunter the art of hunting
One Faqr teaches the secrets of world conquest,
One Faqr brings to nations poverty and dejection,
One Faqr imparts to clay the qualities of elixir.

5. **Tolerance.** He states:
The man of God takes his guidance from God
And is kind to the infidel and to the faithful alike.

بندۂ عشق از خدا گیرد طریقت
مے شود بر کافر و مومن شفیق

6. **Original and creative activity with enthusiasm.** He explains that every human being is unique and has some new ideas to ofter to mankind or has knowledge within himself to serve humanity in different ways, but he has to discover what he is good through his career advisor. Many people never discover this throughout their life-time.

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارا

In each man,s hand lies nation, fate,
Each man is a star of nation,s great.6

Iqbal also clearly points out what hinders's progress, and he suggests that we could try to guard ourselves against these attitudes, such as pride of cast, creed, colour,

یہی ہر چیز کی تقویم، یہی اصلِ نمود
گرچہ اس روح کو فطرت نے رکھا ہے مستور

From eyes of mankind far away.

Iqbal concludes by stressing that the ultimate aim of the ego is not only to see something, but to be something and quotes from his peom "To the Saqi" the following inspiring verses:

خودی شیرِ مولا، جہاں اس کا صید — زمیں اس کی صید، آسماں اس کا صید

The Self, true lion of God, is given.
For quary the world, all earth, all heaven.

According to Iqbal the following factors help the human ego to grow in order to succeed in any aim:

1 **Love, as stated earlier .**
2 **Lawful earning. He states:**

وہی نان اس کے لئے ہے ارجمند — رہے جس سے دنیا میں گردن بلند

Only that food is wholesome for him
that enables him to hold his head high.

3 **Courage.** He observe:

امیری میں، فقیری میں، شاہی میں، غلامی میں — کچھ کام نہیں بنتا بے جرأتِ رندانہ

Whether you are rich or poor, king or slave
You can't achieve anything without courage.

4 **Faqr.** Which means modest living with self respect and giving the surplus to the charities. He envisages:

Allama Iqbal (R)

by

M.H.Razi

The Concept of the Self.

The second most effective Principle of success of on Which all durable achievements depend is KNOW YOURSELF. The cornerstone of Iqbal's philosophy is his Doctrine of the Self, on which the rest of the structure of his thoughts on success rests. It recurs like a constant refrain in all his poetry, Urdu or Persian, and also in all his prose, whether Urdu or English.

It is therefore, very important for a student of the subject of success to examine his theory of the Self (Khudi,I,ego, spirit, soul etc) at some lenght, not only because of its intrinsic importance in his system of thought, but also because psychology, biology, physics and various other subjects have laid special stress on the Self.

Iqbal says Khudi (literally, Selfhood, Individuality, Personality or I) is a real and preeminently significant entity which is the centre and basis of the entire organization of human life. He began his career by assailing those who believed in the doctrine of Pantheism. This doctrine leads one to believe in God as immanent and regards the whole world merely as an emanation. Thus a pantheistic deity is substituted for the personal and transcendant God. This system of lower Sufism, built on the basis of pantheism, leads people to spurn a life of activity and extertion and tails miseralbly to fulfill their desires.

When he isolated the existence of the Self from the body and the mind, he declared "Eureka" and became the prophet of Self. He said:

خودی سے مردِ خود آگاہ کا جمال و جلال کہ یہ کتاب ہے، باقی تمام تفسیریں

From Ego gets his grandeur a glaze,
This is the book: else is but a commentry
It fortifies the things of life.
It is the cause of all display,
Though Nature always hides this soul